رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات اور آپ کی معاشی زندگی

معیشتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

سید فضل الرحمن

Research Academy For Higher Education & Technology
RAHET
راحت

دار العلم والتحقیق
برائے اعلیٰ تعلیم و ٹیکنالوجی

Marfat.com

دار العلم والتحقیق

برائے اعلیٰ تعلیم و ٹیکنالوجی

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

Marfat.com

مطبوعات: ۱۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات اور آپ کی معاشی زندگی

معیشت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

سید فضل الرحمٰن

Marfat.com

جملہ حقوقِ بحق ناشر محفوظ

297-1921
12/125

نام کتاب: معیشت نبوی ﷺ
مؤلف: سید فضل الرحمٰن
اشاعت اول: دسمبر ۲۰۱۳ء
تعداد: گیارہ سو
صفحات: ۱۶۰
قیمت: ۱۶۰ روپے

اہتمام
دار العلم والتحقیق برائے اعلیٰ تعلیم وٹیکنالوجی
www.rahet.org
E-mail: info@rahet.org

ناشر
زوار اکیڈمی پبلی کیشنز
اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی
فون: ۰۲۱-۳۶۶۸۴۷۹۰

Marfat.com

فہرست

پیش گفتار	سید عزیز الرحمٰن	۷
نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی		۹
حضرت ابراہیم کی دعا		۹
عبد مناف بن قصی		۱۱
ہاشم بن عبد مناف		۱۱
عبد المطلب بن ہاشم		۱۳
مکی دور میں آپ ﷺ کی معیشت		۱۴
حضرت عبداللہ کا ترکہ		۱۵
عبد المطلب کی کفالت		۱۸
بکریاں چرانا		۲۰
آپ کا شغل تجارت		۲۲
حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر جانا		۲۳
نکاح		۲۴
بعثت کے بعد شغل تجارت		۲۵
دور جاہلیت میں وراثت کی تقسیم		۲۷
حضرت خدیجہ کی میراث		۲۸
آپ کی ہجرت		۲۹

Marfat.com

مدنی دور میں معیشت نبوی	۲۹
خورد ونوش کی اشیا ہدیتاً بھیجنا	۳۰
آپ ﷺ کے لئے پھل مخصوص کرنا	۳۵
اپنے گھروں پر آپ کی ضیافت کرنا	۳۶
صحابہ کے گھروں پر ملاقات کے لئے جانا	۴۰
آپ ﷺ کا صحابہ کو اپنے گھر کھانا کھلانا	۴۳
خاص مواقع پر آپ کو، اور آپ کا، صحابہ کو، مدعو کرنا	۴۷
ازواج کے لئے حجروں کی تعمیر	۴۹
مدینے میں شغل تجارت	۵۱
مالِ غنیمت	۵۴
مخیریق کا ہدیہ	۵۹
معاشی تنگی کی روایتیں	۵۹
آپ ﷺ کی سخاوت	۶۳
آپ ﷺ کا ایثار	۷۷
عہد نبوی ﷺ کا نظام معیشت	**۸۳**
نبوی نظام معیشت کی بنیادی باتیں	۸۴
سودخوروں کا انجامِ بد	۱۰۰
تجارت کی ممنوعہ شکلیں	۱۰۸
ارتکاز دولت کا انسداد	۱۲۵
بیت المال	۱۴۵
خلاصہ کلام	۱۵۵

Marfat.com

پیش گفتار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور اسوۂ حسنہ کے پہلوؤں اور جہتوں کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہر روز ایک نیا موضوع سامنے آتا ہے، انسانیت کسی حوالے سے مشکل سے دو چار ہوتی ہے، یا کسی نئے پہلو سے کائنات کے اب تک سربستہ راز اس پر منکشف ہوتے ہیں، تو اہل علم سنت مطہرہ اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور آخر اہل علم کو سیرت طیبہ میں روشنی میسر آ جاتی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس وقت کی مختصر، سادہ اور فطرت سے بھرپور زندگی میں ماحولیات بہ طور موضوع متعارف نہیں تھا، اس وقت اس موضوع کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ پھر جوں جوں انسان ارتقا پاتا رہا، اپنے زعم میں مہذب کہلاتا رہا، اسی رفتار سے وہ فطرت سے انحراف کرتا رہا، اور فطرت اسے سزا سناتی رہی۔ جب انسان اس ضرورت کی جانب متوجہ ہوا تو اسے علم ہوا کہ اس حوالے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت پہلے ہدایات فرما چکے ہیں۔

یہ ایک موضوع کا احوال نہیں، گزشتہ، پچیس، پچاس برسوں میں تعلیم و تحقیق کے میدان میں آنے والے نئے نئے موضوعات لے لیجئے اور اوپر بیان کردہ نکات ان پر منطبق کر لیجئے، نتیجہ یک ساں ہی نکلے گا۔

معیشت نبوی کا موضوع بھی اس حوالے سے ایک اہم موضوع ہے، اور ہر روز زندہ و تازہ بھی کہ اسلام تو معاد کی بنیاد بھی معاش پر ہی رکھتا ہے۔ کسی قدر بلیغ عنایت ہے، زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ:

Marfat.com

كاد الفقران يكون كفرا

قریب ہے کہ فقر کفر تک پہنچا دے۔

اعاذ نا اللہ منہ

اس بنا پر ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع پر علیحدہ سے کچھ لکھا جائے اور قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ گو اس موضوع پر دو ایک چیزیں میسر ہیں، مگر ان سب میں ظن و تخمین سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ اس بنا پر ان کے مطالعے سے قاری کے لیے درست نتائج تک پہنچنا شاید ممکن نہ ہو۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی کے حوالے سے مبالغہ آرائی کا عنصر بھی دکھائی دیتا ہے۔ ایک جانب تو بعض اہل قلم کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سخت عسرت پر مشتمل تھی، تو دوسری جانب بعض حضرات آپ کی حیات کو کسی متمول شخصیت کی حیات کے مشابہہ قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ خود اختیاری تھا، جس کی وضاحت متعدد روایات میں ملتی ہے۔ اور آپ نہایت، سادہ، تکلفات سے پاک اور آزاد زندگی بسر فرماتے تھے۔ اس کتاب کا مقصود یہی ہے کہ اس حوالے سے موجود سیرتی روایات یک جا شکل میں پیش کر دی جائیں۔ اسی نسبت سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے ایثار اور سخاوت کے پہلو کو بھی اس کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا ایثار جہاں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ مالی طور پر مستحکم تھے، وہی اس جانب بھی اشارہ ہے کہ آپ دولت جمع کرنے کے لئے نہیں خرچ کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔

یہ کتاب دو مضامین پر مشتمل ہے، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات اور آپ کی معاشی زندگی کے حوالے سے تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ یہ دونوں مضامین اس سے قبل شش ماہی السیرہ عالمی کے اداریوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں، اب انہیں قدرے اضافوں اور نظر ثانی کے ساتھ غیر ضروری تکرار حذف کر کے کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اور ہم سب کے لئے بابرکت بنائے۔ (آمین)

سید عزیز الرحمٰن

۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ / ۲۷ نومبر ۲۰۱۳

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی

حضرت ابراہیم کی دعا

مکے کی بے آب وگیاہ وادی میں کسی قسم کی زراعت اور کھیتی باڑی نہیں ہوتی تھی اور نہ دور دور تک کوئی انسانی آبادی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو اللہ کے حکم سے مکے کی اسی وادی میں اس مقام کے قریب لاکر چھوڑا، جہاں اب بیت اللہ ہے اور خود شام کی طرف واپس چلے گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اس وادی کو غیر ذی زرع کہا تھا۔ چناں چہ ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ ۝ (۱)

اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے معزز گھر کے قریب ایک ایسی وادی میں آباد کیا ہے جہاں کھیتی (تک) نہیں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لئے تاکہ یہ لوگ نماز قائم کریں سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور ان کو پھلوں کی روزی دے تاکہ وہ شکر گزار بنیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں نے اپنی ایک اولاد

۱۔ ابراہیم: ۳۷

Marfat.com

کو اس بنجر اور چٹیل جگہ میں تیرے حکم سے تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسا دیا ہے، تا کہ یہ تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں۔ تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں اور تیری عبادت کریں۔ اے اللہ! تو ان کی روزی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دے کہ غلہ، پانی، عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تا کہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گزاری میں لگے رہیں۔ (۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا قبول فرمائی اور اس وادی کو پر امن حرم بنا دیا۔ یہاں ہر طرف سے پھل لائے جانے لگے، یہاں تک کہ ایک ہی وقت اور ایک ہی زمانے میں یہاں گرمی، سردی اور ربیع و خریف کے پھل ملتے ہیں۔

قریشی ریاست کی بنیاد

قصی سے پہلے عرب کے لوگ خانہ بدوشانہ اور قبائلی زندگی گزارتے تھے۔ ان میں کسی قسم کا ریاستی نظم ونسق موجود نہیں تھا۔ قصی پہلے شخص تھے جنہوں نے قریش کو مجتمع کر کے ایک ریاست کی بنیاد ڈالی، جس میں بہت سے شعبے اجتماعی بنیادوں پر قائم کئے، قریش کو بیت اللہ کے گرد اپنے گھر بنانے پر آمادہ کیا اور ان کو باور کرایا کہ اگر تم اپنی قوت یک جا کرنے میں کام یاب ہو گئے تو سارے عرب پر تمہاری دھاک بیٹھ جائے گی اور تم ان کی قتل و غارت سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ قصی ہی نے قریش کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے مال کا ایک حصہ دور دراز کے علاقوں سے آنے والے حاجیوں اور زائرین کی مہمان داری میں خرچ کریں۔ چناں چہ جب حج کا موسم آتا تو مکے آنے والے قافلوں کے تمام راستوں پر اونٹ قربان کئے جاتے اور ثرید اور گوشت سے ان کی تواضع کی جاتی۔

قصی اپنی تشکیل کردہ ریاست کے خود سربراہ تھے اور ان کے پاس سقایہ (حاجیوں کے کھانے پینے کی ذمے داری) رفادہ (حاجیوں کی مالی اعانت) حجابت (بیت اللہ کی دربانی) ندوہ (دارالمشورہ کا انتظام) اور لوا (علم برداری) جیسے اہم مناصب

۲۔ شبیر احمد عثمانی۔ تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ج ۱، ص ۲۷

Marfat.com

تھے۔ان کے بعد یہ تمام عہدے ان کے لڑکے عبدالدار کو منتقل ہو گئے۔ بعد میں یہ عہدے مختلف قبائل میں تقسیم ہوتے رہے۔(۳)

قصی پہلے آدمی تھے جو عرفات سے مزدلفہ آنے والوں کی رہنمائی کے لئے مزدلفہ میں آگ روشن کرتے تھے۔(۴)

عبد مناف بن قصی

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان کا نام مغیرہ تھا۔ ماں نے ان کو سب سے پہلے مناۃ بت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا، اس لئے عبد مناف مشہور ہو گئے۔ یہ بہت ہی حسین وجمیل تھے۔اسی لئے ان کا لقب قمر البطحا پڑ گیا۔اپنی سرداری کے زمانے میں قریش کو خداترسی وحق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔(۵)

ہاشم بن عبد مناف

یہ آپ ﷺ کے پردادا تھے۔ان کا اصل نام عمرو ہے اور عمرو العلاء کے لقب سے مشہور تھے۔ ایک مرتبہ یہ تجارت کا مال لے کر فلسطین (شام) گئے ہوئے تھے۔ وہاں ان کو خبر ملی کہ مکے میں آٹا کم یاب ہو گیا ہے تو انہوں نے شام سے لوٹتے وقت تمام اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلیا۔ مکے پہنچ کر سب لوگوں کی عام دعوت کر دی اور اہل مکہ کو گوشت کے شوربے میں روٹیاں چور کر کھلائیں۔اس سے ان کا لقب ہاشم ہو گیا، کیوں کہ ہشم کے معنی چورہ کرنے کے ہیں اور ہاشم اسی کا اسم فاعل ہے۔اس کے بعد ہر سال حج کے موسم میں زائرین کعبہ کو عام دعوت دیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے عربی میں ثرید کہتے ہیں حاجیوں کو کھلاتے تھے۔(۶)

۳۔ابن سعد الطبقات۔: ج۱ص ۵۸،۶۱۔ابن کثیر۔السیرۃ النبویہ: ج۱ص ۹۷،۱۰۱

۴۔ابن کثیر۔السیرۃ النبویہ: ج۱ص ۹۸

۵۔زرقانی۔شرح المواہب اللدنیہ: ج۱ص ۷۳۔حلبی۔انسان العیون: ج۱ص ۱۱

۶۔ابن سید الناس عیون الاثر: ج۱ص ۷۳

Marfat.com

ان کا دستر خوان بہت وسیع تھا۔ ہر مسافر اور آنے والے کے لئے ان کا دستر خوان حاضر تھا۔ غریب مسافروں کے لئے اپنی طرف سے اونٹ مہیا کرتے تھے۔ تجارت کے لئے سال میں دو مرتبہ قافلے روانہ کرنے کا دستور سب سے پہلے ہاشم نے جاری کیا۔ تجارتی قافلہ موسم گرما میں شام کی طرف اور موسم سرما میں یمن کی طرف جاتا تھا۔ ہاشم نے حکومت یمن اور حکومت روم اور عرب قبائل سے معاہدے کر کے تجارتی راستوں کو محفوظ و مامون کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو اپنا یہی انعام یاد دلایا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍO اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِO فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ O الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ڏ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍO (۷)

(اللہ نے) قریش (کے دلوں) میں رغبت پیدا کر دی کہ وہ سردی وگرمی میں سفر کرنے کے خوگر ہو گئے۔ پس ان کو چاہئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور (دشمنوں کے) خوف سے ان کو امن دیا۔

جیسا کہ بیان ہوا مکے میں نہ زراعت ہوتی تھی اور نہ کسی قسم کی صنعت تھی۔ اس لئے وہ تجارتی سفر کے محتاج تھے اور سال میں دو سفر کرتے تھے۔ سردیوں میں تجارت کے لئے یمن کی طرف جاتے تھے، جو گرم ملک تھا اور گرمیوں میں شام کی طرف سفر کرتے تھے، جو سرد اور سرسبز و شاداب ملک تھا۔ دونوں جگہوں کے رہنے والے اور جو آبادیاں راستے میں پڑتی تھیں، سب ان کا احترام کرتے تھے اور ان کو اہل حرم اور بیت اللہ کے خادم سمجھ کر ان کی خدمت کرتے تھے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرتے تھے۔ حال آں کہ حرم کے چاروں طرف لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ لیکن کعبے کے ادب اور احترام کے سبب کوئی چور اور ڈاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔ اسی لئے یہ لوگ بلا روک ٹوک سامان تجارت لے کر نہایت امن و سکون سے آتے جاتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

۷۔ القریش: ۱، ۵

Marfat.com

قریش کو اپنے انعامات یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (۸)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا حالآں کہ ان (اہل مکہ) کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی انعام کو یاد دلایا ہے کہ اس نے تمہیں اسی گھر کے طفیل روزی اور امن وسکون دیا، لوگوں کے دل تمہاری طرف مائل کرنے کے لئے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا اور تمہیں ان کی زد سے محفوظ رکھا، اس لئے تمہیں اس کا شکریہ اس طرح ادا کرنا چاہئے تھا کہ تم سب باطل معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے، لیکن تم تو اس گھر کے مالک کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی بہ جائے اسے ستاتے ہو۔ یہ تو انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی ہے۔

عبدالمطلب بن ہاشم

ہاشم کے بعد عبدالمطلب کو سرداری ملی۔ جمہور کے نزدیک ان کا نام شیبۃ الحمد ہے۔ پیدائش کے وقت ان کے سر میں ایک بال سفید تھا اس لئے شیبہ لقب پڑ گیا۔ (۹)

حلبی کہتے ہیں کہ لوگ کثرت سے ان کی تعریف کیا کرتے تھے اس لئے ان کا نام شیبۃ الحمد پڑ گیا۔ (۱۰)

عبدالمطلب کی سخاوت اپنے باپ ہاشم سے بھی زیادہ تھی۔ ان کی مہمان نوازی چرند و پرند تک پہنچ گئی تھی۔ اسی لئے عرب کے لوگ ان کو فیاض اور مطعم طیر السماء (آسمان کے پرندوں کو کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو خاص طور سے فقرا اور مساکین کو

۸۔ العنکبوت: ۶۷

۹۔ ابن الحجر۔ فتح الباری: ج ۷، ص ۲۰۶

۱۰۔ حلبی: ج ۱، ص ۶۔ زرقانی: ج ۱، ص ۷۱

Marfat.com

کھانا کھلاتے۔(۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ''محمد'' انہوں نے ہی تجویز کیا تھا اور ان ہی کو آٹھ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان ہی کی سرداری کے زمانے میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔ عبدالمطلب ہی نے زم زم کے کنوئیں کو کھود کر نکالا، جسے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ کسی کو یاد بھی نہیں رہا تھا کہ یہ کہاں تھا۔

مکی دور میں آپ ﷺ کی معیشت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ آپ کے دادا عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ شادی کے بعد حضرت عبداللہ تجارت کی غرض سے تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے۔ واپس آتے ہوئے بیماری کی وجہ سے مدینے میں ٹھہر گئے تھے۔ جب قافلہ مکے واپس پہنچا تو عبدالمطلب نے قافلے والوں سے اپنے بیٹے عبداللہ کے بارے میں پوچھا تو قافلے والوں نے بتایا کہ بیماری کی وجہ سے حضرت عبداللہ اپنے ننھیال بنی نجار میں مدینے میں ٹھہر گئے ہیں۔ عبدالمطلب نے فوراً اپنے بڑے بیٹے حارث کو خبر لانے کے لئے مدینے روانہ کیا۔ مدینے پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ عبداللہ ایک ماہ علیل رہ کر انتقال کر چکے ہیں اور مدینے ہی میں تابعہ کے مکان میں مدفون ہیں۔ تابعہ بنی نجار کا ایک شخص تھا۔ حارث نے واپس آکر عبدالمطلب اور دیگر اعزا و اقارب کو اس حادثہ جاں کاہ کی اطلاع دی۔ حضرت عبداللہ خاندان میں سب سے زیادہ محبوب تھے، اس لئے ان کی وفات سے سب کو شدید صدمہ اور ملال ہوا۔(۱۲)

صحیح قول کے مطابق حضرت عبداللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دو ماہ قبل انتقال کیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر مشہور قول کے مطابق اٹھارہ سال تھی۔ حافظ علائی اور حافظ ابن حجر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اسی کو اختیار کیا

۱۱۔ حلبی: ج۱،ص ۶۔ زرقانی: ج۱،ص ۷۱

۱۲۔ شامی۔ سبل الہدیٰ والرشاد: ج۱،ص ۳۳۱۔ زرقانی: ج۱،ص ۱۰۹، ۱۱۰

Marfat.com

ہے۔(۱۳)

ابن سعد اور واقدی نے وفات کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر ۲۵ سال بتائی ہے، اور اسی کو صحیح کہا ہے۔(۱۴)

حضرت عبداللہ کا ترکہ

انتقال کے وقت حضرت عبداللہ نے پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک کنیز جن کی کنیت ام ایمن اور نام برکتہ تھا ترکے میں چھوڑیں، یہ سب کی سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں۔(۱۵)

حضرت عبداللہ کے ترکے کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شادی کے بعد انہوں نے حضرت آمنہ کو ایک مکان دیا تھا۔ حضرت آمنہ کی وفات کے بعد یہ بھی آپ کو ترکے میں ملا۔ آپ اس مکان کے مالک تھے اور مدینے ہجرت کرنے تک اسی مکان میں قیام پذیر رہے۔

اس مکان کے بارے میں ابن حجر نے فاکہی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ گھر ہاشم بن عبدمناف کا تھا، پھر عبدالمطلب کے پاس آیا، ان سے منتقل ہوتا ہوا یہ مکان ترکے میں جناب عبداللہ سے رسول اللہ ﷺ کو ملا۔ وہیں آپ کی ولادت ہوئی۔(۱۶) اس کی تائید بخاری، مسلم اور ابوداؤد کی روایتوں سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ انہوں نے (فتح مکہ کے موقع پر) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مکے میں کہاں قیام فرمائیں گے، کیا اپنے گھر میں قیام ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

۱۳۔ شامی ایضاً

۱۴۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۸۰

۱۵۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۸۰

۱۶۔ فتح الباری: ج ۳، ص ۵۷۶

Marfat.com

وهل ترك عقيل من رباع او دور؟ (١٧)

کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر یا چار دیواری چھوڑی ہے۔

بخاری میں ایک اور جگہ حضرت اسامہ بن زید ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کل مکے میں آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا:

وهل ترك لنا عقيل من منزل؟ (١٨)

اور کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے؟

مسلم اور ابوداؤد میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں۔ (١٩)

محمد بن علی کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ مکے میں کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا:

وهل ترك لنا عقيل بمكة من ظل؟ (٢٠)

کیا عقیل نے مکے میں ہمارے لئے کوئی سائبان چھوڑا ہے؟

ابی رافع کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ شعب میں واقع اپنے گھر میں قیام نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا:

وهل ترك لنا عقيل منزلا؟

کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

راوی کہتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ اور اپنے بہن بھائیوں اور بنی ہاشم کے ہر اس شخص کا مکان فروخت کر دیا جس نے مدینے ہجرت کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ اپنے مکان کے علاوہ مکے کے کسی اور مکان میں قیام

١٧۔ بخاری: ج ا، ص ٣٩٢، رقم ١٥٨٨

١٨۔ بخاری: ج ٣، ص ٩٠، رقم ٤٢٨٢

١٩۔ مسلم: ج ٢، ص ٣٠٥، رقم ١٣٥١۔ ابوداؤد: ج ٢، ص ١٦٤، رقم ٢٠١٠۔ ج ٣، ص ٥٢، رقم ٢٩١٠

٢٠۔ ازرقی۔ اخبار مکہ: ج ٢، ص ١٦٠

Marfat.com

فرمالیں۔آپ ﷺ نے اس سے انکار فرمادیا۔(۲۱)

حضرت عبداللہ ایک خوش حال، کام یاب اور تجربہ کار تاجر تھے۔ان کے آخری سفرتجارت کا مال اوراس کا نفع اوراس سے پہلے کے ان کے تجارتی اسفار میں تجارت سے حاصل شدہ نقد وجنس پر مشتمل ان کی جمع پونجی بھی ان کے یتیم بیٹے کو ملی ہوگی، یہ بعض سیرت نگاروں کا قیاس ہے۔اس کی نہ تو کوئی سند ہے اور نہ دلیل، اس لئے نہ اس کی تصدیق مناسب ہے اور نہ تردید۔

بیشتر قدیم وجدید مسلمان سیرت نگار اور مستشرقین لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی حالت ابتدا ہی سے کم زور تھی، لیکن آپ کی ۵۳ سالہ مکی زندگی کی معاشی حالت کا تجزیہ اس کی تائید نہیں کرتا۔حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اشراف مکہ کے ایک ممتاز ترین اور معاشی لحاظ سے خوش حال اور متمول گھرانے سے تھا۔آپ کے والد حضرت عبداللہ ایک خوش حال، کام یاب اور تجربہ کار تاجر تھے۔آپ کے دادا عبدالمطلب اور پردادا ہاشم کی دولت وتجارت اور سخاوت ومہمان نوازی کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ایسے میں یہ بیان درست معلوم نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی حالت ابتدا میں کم زور تھی۔

خیرو برکت کا نزول

پانچ سال آپ حلیمہ سعدیہ کے پاس رہے۔حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ ان دنوں بنی سعد کی سرزمین سے زیادہ کسی جگہ قحط نہ تھا، میری بکریاں شام کو چراگاہ سے واپس آتیں تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے تھے، ہم ان سے اپنی ضرورت کے مطابق دودھ نکال لیتے۔دوسروں کی بکریاں بالکل بھوکی آتیں اوران کے تھنوں میں دودھ بھی نہ ہوتا۔یہ دیکھ کر لوگوں نے اپنے چرواہوں کو کہا کہ تم بھی اسی جگہ چرایا کرو جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ چناں چہ ان چرواہوں نے ایسا ہی کیا مگر پھر بھی شام کو میری بکریاں پیٹ بھرے ہوئے اور

۲۱۔ازرقی: ج۲،ص۱۶۱

Marfat.com

دودھ سے لب ریز آئیں اور دوسروں کی بکریاں بھوکی اور خالی تھن آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی طرح خیر و برکت عطا فرماتا رہا اور ہم اس کا مشاہدہ کرتے رہے۔ (۲۲)

ہوازن کا قبیلہ جسے بنوسعد بھی کہتے ہیں فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا۔ بچپن اس قبیلے میں گزارنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی صحت پر بھی خوش گوار اثر پڑا اور آپ زبان دانی میں بھی ماہر ہو گئے۔ پھر آپ اپنی والدہ حضرت آمنہ کے پاس واپس آ گئے اور ایک سال تک ان کی پرورش میں رہے۔ جب آپ کی عمر ۶ برس ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر مدینہ منورہ گئیں، وہاں ایک مہینے قیام کر کے مکے واپس آ رہی تھیں کہ دوران سفر ہی مقام ابوا میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئیں۔ اس سفر میں آپ ﷺ کی کنیز ام ایمن آپ کے ساتھ تھیں، وہ آپ کو لے کر مکے آئیں اور آپ کو دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیا۔ (۲۳)

عبدالمطلب کی کفالت

آپ کے دادا عبدالمطلب آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ وہ پیار سے آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے اور ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے اور کسی وقت جدا نہ کرتے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کے لئے خانہ کعبہ کے سائے میں ایک فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کے آنے سے پہلے کوئی شخص اس پر بیٹھنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ ان کی اولاد بھی اس کے اردگرد بیٹھتی تھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر بلا تکلف اس فرش پر بیٹھ جاتے۔ آپ کے چچا آپ کو وہاں سے ہٹانا چاہتے تو عبدالمطلب ان کو دیکھ کر کہتے کہ میرے بیٹے کو چھوڑ دو، خدا کی قسم اس کی ایک خاص شان ہو گی۔ پھر وہ آپ کو بلا کر اپنے قریب بٹھاتے اور آپ کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیرتے اور آپ کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ (۲۴)

۲۲۔ ابن ہشام۔ السیرۃ النبویہ: ج ۱، ص ۱۸۵۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۹۳۔

۲۳۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۹۴۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۹۹

۲۴۔ شامی: ج ۲، ص ۱۲۹

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ عبدالمطلب آپ کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے بل کہ کہتے کہ میرے بیٹے کولاؤ۔ پھر آپ کو لایا جاتا تب عبدالمطلب کھانا کھاتے۔(۲۵)

عبدالمطلب کی عمر کا پیمانہ بھی لب ریز ہورہا تھا۔ حضرت آمنہ کی وفات کے دو سال بعد ہی ان کی وفات ہوگئی۔ راجح قول کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ عبدالمطلب کی وفات پر مکے کے لوگ اس قدر روئے کہ ان کے بعد کسی اور کے مرنے پر اتنا نہیں روئے۔ ان کی وفات پر مکے کا شہر بھی کئی روز بند رہا۔(۲۶)

اب تک کی گفت گو سے یہ بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ عبدالمطلب کی وفات تک یعنی آٹھ سال کی عمر تک معاشی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا بھی عسرت وتنگی کا سامنا نہ تھا۔ اس لئے کہ دادا کی طرف سے جو لاڈ و پیار آپ کو ملا وہ کسی ماں باپ والے بچے سے کم نہ تھا اور دادا کی سخاوت وفیاضی اور تمول مسلم ہے۔ البتہ ابو طالب کی کفالت کے ابتدائی چند برس ایسے ہوسکتے ہیں، جن میں آپ کو کسی قدر عسرت وتنگی کا سامنا رہا ہو، کیوں کہ ابو طالب کثیر العیال تھے اور ان کی آمدنی محدود تھی۔

چناں چہ واقدی کی روایت میں ہے کہ ابو طالب کے مالی حالت بہتر نہ تھے (وکان ابو طالب لامال له) اور جب بھی ابو طالب کے اہل خانہ تنہا تنہا یا مل کر کھانے بیٹھتے تو سیر نہ ہو پاتے تھے، ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھانے میں شریک ہوجاتے تو سب سیر ہوجاتے تھے۔

عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے ابو طالب کو بلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت ان کے حوالے کی۔ آپ کے چچا ابو طالب اور آپ کے والد عبداللہ حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے اس ذمے داری کو جس حسن وخوبی سے ادا کیا وہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ وہ اپنی اولاد سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے۔ ہمیشہ آپ کو اپنی نظروں کے سامنے رکھتے، اپنے پاس سلاتے اور کہیں جاتے تو آپ کو ساتھ لے

۲۵۔ ابن سعد: ج ا،ص ۹۵۔ ابن ہشام: ج ا،ص ۱۹۰۔ ابن کثیر: ج ا،ص ۲۴۰

۲۶۔ شامی: ج ۲،ص ۱۳۵

Marfat.com

جاتے۔ آپ کو بھی چچا سے بے انتہا محبت تھی۔ افسوس کہ ابو طالب اس والہانہ اور عاشقانہ کفالت کے باوجود ایمان کی دولت اور اسلام کی نعمت سے محروم رہے۔ (۲۷)

بکریاں چرانا

جب آپ حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے تو اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے بڑے ہو کر بھی بکریاں چرائیں۔ اونٹ، گائے کے مقابلے میں بکریوں کا چرانا زیادہ دشوار ہے۔ بکریاں کبھی ایک چراگاہ میں جاتی ہیں اور کبھی دوسری میں، ابھی اس طرف دوڑ رہی ہیں اور دوسرے ہی لمحے دوسری طرف دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ چرواہا ان کا ہر طرح خیال رکھتا ہے کہ کوئی درندہ یا بھیڑیا ان کی تاک میں تو نہیں اور کوشش کرتا ہے کہ تمام بکریاں ایک جگہ جمع رہیں اور کوئی گلے سے علیحدہ نہ ہونے پائے، تاکہ وہ درندوں سے محفوظ رہیں۔ اسی طرح انبیا علیہم السلام بھی دن رات امت کی اصلاح کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ امتی تو بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں اور انبیا علیہم السلام کمال شفقت سے ان کو اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ امت کی بے اعتنائی سے ان کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں اور کسی وقت بھی دعوت و تبلیغ اور ارشاد و تعلیم سے اکتاتے اور گھبراتے نہیں۔ جس طرح بکریاں درندوں کے حملوں سے بے خبر ہوتی ہیں اسی طرح امت کے لوگ نفس و شیطان کے حملو سے بے خبر ہوتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں نفس و شیطان ان کو اچک نہ لیں۔ (۲۸)

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مقام مرالظہر ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہم وہاں پیلو کے پھل چننے لگے تو آپ نے فرمایا:

علیکم بالاسود منه فانه ایطب فقال اکنت ترعی الغنم؟

۲۷۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۹۶۔ بلاذری۔ انساب الاشراف: ج ۱، ص ۱۰۵

۲۸۔ فتح الباری: ج ۴، ص ۵۵۷۔ حاشیہ عیون الاثر: ج ۱، ص ۱۱۲

Marfat.com

قال نعم وھل من نبی الا رعاھا (۲۹)

تم سیاہ رنگ کے پیلو چنو، وہ زیادہ لذیذ ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ بکریاں چراتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا:

مابعث اللہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابہ وانت؟ فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ (۳۰)

اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کی، کیا آپ نے بھی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔

اس حدیث کی تشریح میں علما و محققین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو لفظ قراریط آیا ہے وہ قیراط کی جمع ہے جو درہم یا دینار کے ایک حصے کو کہتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے آپ اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتے تھے۔ بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاجارہ میں نقل کیا ہے۔ بعض دوسرے علما کے نزدیک قراریط ایک مقام کا نام ہے، جو اجیاد کے قریب تھا۔ لہٰذا آپ نے اجرت پر بکریاں نہیں چرائیں بل کہ مقام قراریط پر چرائی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں لاھل مکۃ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتے تھے۔ ورنہ بلا اجرت اہل مکہ کی بکریاں چرانے کے کیا معنی؟

حضرت ابو سعید خدریؓ اور نضر بن حزن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اونٹ والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بکریاں چرانے والے تھے، اور داؤد نبی بنا کر بھیجے گئے

۲۹۔ بخاری: ج ۳، ص ۴۶۳، رقم ۵۴۵۳

۳۰۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۶، رقم ۲۲۶۲۔ ابن ماجہ: باب الصناعات فی التجارات

Marfat.com

وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے، اور میں نبی بنا کر بھیجا گیا اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں مقام اجیاد میں چرایا کرتا تھا۔(۳۱)

آپ کا شغل تجارت

قریش کے دوسرے لوگوں کی طرح ابو طالب بھی تجارت کے لئے شام وغیرہ جایا کرتے تھے۔ ابو طالب کے ساتھ آپ ﷺ نے شام کا پہلا سفر ۱۲ سال کی عمر میں کیا۔ پھر آپ نے ان کے ساتھ مزید تجارتی سفر کئے اور ان میں خرید وفروخت کا تعارف اور ان کی بنیادی معلومات حاصل کیں۔ چناں چہ بڑے ہو کر آپ نے بھی حصول معاش کے لئے اسی خاندانی پیشے یعنی تجارت کو اپنایا۔ اس زمانے میں لوگ عام طور پر اپنا سرمایہ کسی تجربہ کار اور دیانت دار شخص کو دے کر اسے منافع میں شریک کر لیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی شرکت کو خوشی سے قبول فرمالیا کرتے تھے۔ چناں چہ تجارت کے سلسلے میں آپ نے متعدد سفر کئے، جن میں شام، بصریٰ، یمن اور عرب کے دیگر مقامات جہاں بازار لگتے تھے، شامل ہیں۔ حضرت خدیجہ کا سامان تجارت شام لے جانے سے پہلے آپ متعدد لوگوں کے ساتھ تجارتی معاملات کر کے اپنی ساکھ بنا چکے تھے۔

تجارت میں بھی آپ ہمیشہ معاملہ صاف رکھتے تھے اس سلسلے میں جن لوگوں سے آپ کو واسطہ پڑا وہ بھی اس کی شہادت دیتے تھے۔ عبداللہ بن ابی الحمسا کہتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید وفروخت کا معاملہ کیا تھا۔ میرے ذمے کچھ دینا باقی تھا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں ابھی لے کر آتا ہوں۔ پھر میں گھر جا کر اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین روز بعد یاد آیا۔ میں فوراً وعدہ گاہ پر آیا تو آپ کو اسی جگہ منتظر پایا۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا:

یافتی لقد شققت لی، انا ھھنا منذ ثلاث انتظرك (۳۲)

۳۱۔ مسند احمد: ج ۳،ص ۵۲۵۔ فتح الباری: ج ۴،ص ۵۵۶۔ مسند ابو داؤد الطیالسی: ج ۲،ص ۱۶۳

۳۲۔ ابو داؤد: ج ۴،ص ۳۲۷، رقم ۴۹۹۶

۱۲۷۱۳۵

Marfat.com

اے نو جوان! تم نے مجھے زحمت دی، میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تجارت تھا۔ جب میں مسلمان ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے پہچانتے ہو۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، آپ تو میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک، نہ کسی بات کو ٹالتے تھے اور نہ کسی بات میں جھگڑتے تھے۔ (۳۳)

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو چند اونٹ فروخت کئے۔ جب وہ چلا گیا تو آپ کو خیال ہوا کہ ان میں ایک اونٹ لنگڑا تھا۔ آپ فوراً اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو قیمت لوٹا کر اونٹ واپس لے لیا۔

قیس بن سائب مخزومی ایک اور صحابی زمانہ جاہلیت میں آپ کے شریک تجارت تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی ساتھی نہیں پایا۔ اگر ہم آپ کا سامان لے جاتے تو واپسی پر آپ ہمارا استقبال کرتے اور خیر و عافیت پوچھتے اور جب ہم حساب دیتے تو اس پر کوئی تکرار نہیں فرماتے تھے۔ اور جب آپ سفر سے لوٹتے تو جب تک حساب صاف نہ کر لیتے گھر نہ لوٹتے تھے۔ (۳۴)

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کا شریک تجارت تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ایماندار پایا۔ نہ تو آپ نے کبھی جھگڑا کیا نہ غلط بیانی سے کام لیا۔ (۳۵)

حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر جانا

حضرت خدیجہ مکے کے ایک نہایت شریف خاندان کی بڑی مال دار اور ممتاز

۳۳۔ ابن الحجر۔ الاصابہ: ترجمہ عبداللہ بن سائب

۳۴۔ الاصابہ: ترجمہ قیس بن سائب

۳۵۔ ایضاً: ترجمہ سعد

Marfat.com

تاجرہ تھیں۔ جب کوئی تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو اس میں تنہا حضرت خدیجہ کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ حضرت خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی، دیانت داری اور کارگزاری کی شہرت سن کر خود آپ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت لے کر شام جائیں تو جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں اس کا دوگنا آپ کو دوں گی۔ آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمالیا اور حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر بصریٰ تشریف لے گئے جو شام کا ایک مشہور شہر ہے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ہم راہ تھا۔ میسرہ کا بیان ہے کہ گرمی کے اوقات میں دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کئے رہتے تھے۔ اور جب آپ ظہر کے وقت اس سفر سے واپس مکے آئے۔ اس وقت بھی دو فرشتے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ اس منظر کو حضرت خدیجہ نے خود ایک بالاخانے سے دیکھا اور ایک روایت کے مطابق دوسری عورتوں کو بھی دکھایا۔ (۳۶)

یہ سفر توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ چناں چہ اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت خدیجہ کو اتنا نفع ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا نفع نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا حضرت خدیجہ نے جو معاوضہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طے کیا تھا خوش ہو کر اس سے زیادہ دیا۔ حضرت خدیجہ نے شام کے علاوہ جہاں جہاں آپ کو تجارت کے لئے بھیجا ان میں جرش بھی شامل ہے جو یمن میں ہے۔ آپ جرش دو دفعہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہ نے معاوضے میں ایک اونٹ دیا۔ (۳۷)

نکاح

حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے حالات وغیرہ سن کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کئے۔ ورقہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور تورات اور انجیل کے بڑے عالم تھے، اور سریانی زبان سے عربی زبان میں

۳۶۔ زرقانی: ج ۱، ص ۱۹۹۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۱۱۷

۳۷۔ حلبی: ج ۱، ص ۲۲۰، ۲۲۱

Marfat.com

انجیل کا ترجمہ کیا کرتے تھے۔ ورقہ نے تمام گفت گو سن کر کہا کہ خدیجہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں، اور میں خوب جانتا ہوں کہ امت میں ایک نبی ہونے والے ہیں جن کا ہمیں انتظار ہے، اور ان کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ یہ باتیں سن کر حضرت خدیجہ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ چناں چہ شام کے سفر سے واپسی کے دو مہینے اور پچیس روز بعد خود حضرت خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا پیغام دیا۔ آپ نے اپنے چچا کے مشورے سے اس کو قبول فرمالیا۔ مقررہ تاریخ پر آپ اپنے چچا ابوطالب، حضرت حمزہ اور خاندان کے دیگر افراد کے ہم راہ حضرت خدیجہ کے گھر تشریف لے گئے۔ نکاح کے وقت ابوطالب نے نہایت بلیغ خطبہ پڑھا۔ ان کے بعد ورقہ بن نوفل نے بھی خطبہ پڑھا۔ (۳۸)

حضرت خدیجہؓ کا مہر

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ابن ہشام کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیس جوان اونٹ مہر میں دیئے تھے۔ ابوطالب نے ان کا مہر ۱۲ اوقیہ چاندی اور بیس درہم مقرر کیا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس طرح ۱۲ اوقیہ ۴۸۰ درہم کے برابر ہوئے۔ اس میں ۲۰ درہم ملانے سے کل ۵۰۰ درہم ہو گئے۔ (۳۹)

مہر کی مندرجہ بالا رقم سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت خدیجہ سے نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالی اور معاشی طور پر کس قدر مستحکم ہو چکے تھے۔ اس طرح مکی زمانۂ قیام میں آپ نے ایک خوش حال زندگی گزاری تھی۔

بعثت کے بعد شغل تجارت

ابن کثیر نے مشہور جاہلی شاعر امیہ بن ابی صلت کے تذکرے میں طبرانی کی ایک طویل

۳۸۔ ابن کثیر: ج ۱ ص ۲۶۲، ۲۶۸۔ حلبی: ج ۱ ص ۲۲۷

۳۹۔ ابن ہشام: ص ۲۱۴۔ زرقانی: ج ۱ ص ۲۰۲۔ حلبی: ج ۱ ص ۲۲۷

Marfat.com

روایت بیان کی ہے کہ ابوسفیان بن حرب اپنے دوست امیہ بن ابی صلت ثقفی کے ہم راہ تجارت کی غرض سے شام گئے۔ وہاں دو ماہ قیام کر کے مکے واپس آئے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ پھر میں مکے سے یمن کے تجارتی سفر پر چلا گیا۔ میں نے وہاں پانچ مہینے قیام کیا پھر مکے واپس آ گیا۔

لوگ میری قیام گاہ پر آ کر مجھ سے ملنے لگے اور اپنے سامان تجارت کے بارے میں پوچھنے لگے، یہاں تک کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ اس وقت (میری بیوی) ہند میرے پاس بیٹھی ہوئی اپنے بچوں سے کھیل رہی تھی۔ آپ نے مجھے سلام کر کے مبارک باد دی اور مجھ سے میرے سفر اور قیام کے بارے میں گفت گو کی، لیکن اپنے سامان تجارت کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ پھر آپ اٹھ کر تشریف لے گئے۔

ابوسفیان نے (اپنی بیوی) ہند سے کہا کہ واللہ مجھے آپ پر بڑا تعجب ہے۔ قریش کا کوئی آدمی ایسا نہیں جس کا سامان تجارت میرے پاس ہو اور اس نے مجھ سے اس کے بارے میں نہ پوچھا ہو۔ مگر آپ نے اپنے سامان تجارت کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا، ابوسفیان کہتے ہیں کہ ہند نے مجھ سے کہا کہ کیا تمہیں ان کا حال معلوم نہیں؟ میں نے ڈرتے ہوئے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ ہند نے کہا کہ ان کا گمان ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں پھر ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نکلا اور میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ آپ سے میری ملاقات ہوگئی، میں نے آپ سے کہا کہ آپ کا سامان تجارت اتنا اتنا ہو گیا ہے اور اس میں نفع ہوا ہے۔ آپ کسی کو بھیج کر اسے منگوا لیں۔ اور میں آپ سے وہ (حصہ) بھی نہیں لوں گا جو میں اپنی قوم سے لیتا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ تب تو میں نہ لوں گا۔ میں نے کہا آپ کسی کو بھیج دیں میں آپ سے اتنا معاوضہ لے لوں گا، جتنا اپنی قوم سے لیتا ہوں۔ چناں چہ آپ نے اپنا سامان تجارت منگوا لیا اور میں نے آپ سے اتنا معاوضہ لے لیا جتنا دوسروں سے لیا تھا۔ (۴۰)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ تجارت میں فعال دل چسپی رکھتے رہے، اور آپ کی تجارت کا سلسلہ جاری رہا۔ البتہ نبوت کے کام کی ہمہ

۴۰۔ ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ: ج ۲، ص ۲۴۴

Marfat.com

وقت مصروفیت کی بنا پر آپ کو تجارتی اسفار کے لئے وقت نہیں ملتا تھا، اس لئے مکے کے دوسرے تاجروں کی مانند آپ بھی مضاربت کی بنیاد پر اپنا مال تجارت دوسروں کو دیتے تھے۔ اس طرح بعثت کے بعد بھی آپ کی تجارت جاری رہی۔

دور جاہلیت میں وراثت کی تقسیم

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ اپنی لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے تھے۔ اسی طرح متوفی کی بیوی صرف ترکے ہی سے محروم نہیں رہتی تھی بل کہ وہ خود بھی کسی وارث کو ترکے میں مل جاتی تھی۔ متوفی کے چھوٹے لڑکے بھی میراث میں حصہ پانے سے محروم رہتے تھے۔ متوفی کے صرف بڑے بیٹے کو میراث میں حصہ ملتا تھا۔ اگر بڑا بیٹا نہ ہوتا تو متوفی کا باپ یا بھائی میراث میں حصہ پاتا، کیوں کہ عرب کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں صرف ان کو میراث میں حصہ دیتے تھے جو دشمن سے جنگ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

جصاص کہتے ہیں کہ جاہلیت میں لوگ دو طرح سے وارث ہوتے تھے۔ ایک نسب سے، دوسرے سبب سے۔ نسب کے اعتبار سے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا تھا۔ یہ صرف ان بڑوں کے لئے تھا جو دشمن سے لڑنے کے قابل ہوتے تھے۔ اور سبب سے دو طرح کی وراثت ملتی تھی۔ ایک معاہدے کے ذریعے (جو بھی معاہدہ دونوں فریقوں میں طے پایا جاتا) دوسرے منہ بولے بیٹوں کو۔ اسلام نے ان دونوں احکامات کو منسوخ کر دیا اور عورتوں کے لئے یہ حکم دیا کہ للذکر مثل حظ الانثیین ''مردوں کے لئے عورتوں سے دگنا حصہ ہے''۔ (۴۱)

امام بغوی کہتے ہیں کہ دور جاہلیت میں وراثت صرف مردوں اور طاقت وروں کا حصہ سمجھی جاتی تھی اس لئے عورتیں اور بچے وارث نہیں ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون (۴۲) فرما کر اس طریقے

۴۱۔ ابوبکر الجصاص۔ احکام القرآن۔ بیروت، دارالاحیا و التراث العربی ۱۴۰۵ھ: ج ۳، ص ۲

۴۲۔ النساء: ۷

Marfat.com

کو ختم فرما دیا۔ (۴۳)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ اہل جاہلیت، میت کے وارثوں میں سے کسی کے لئے بھی میراث تقسیم نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے چھوٹے لڑکوں میں سے جس نے دشمن کا سامنا نہ کیا ہو، یا اس نے جنگوں میں قتال نہ کیا ہو اس کو میراث نہیں دیتے تھے، اور نہ وہ اپنی عورتوں کو میراث دیتے تھے اور وہ میراث کو اولاد کی بہ جائے مقاتلے کے ساتھ مشروط کرتے تھے۔ (۴۴)

حضرت خدیجہ کی میراث

بعثت کے دس سال بعد اوائل دس نبوی قمری (اوائل ۱۰ نبوی قمریہ شمسی/ اواخر ۶۱۸ء) میں حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت خدیجہ کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا، ان سے ہند نامی لڑکی پیدا ہوئی۔ ان کا دوسرا نکاح ابو ہالہ سے ہوا۔ ان سے دو لڑکے حارث اور ہند پیدا ہوئے (ہند نام لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے) حضرت خدیجہ کا تیسرا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہوا۔

زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان کی میراث میں سے ان کی ہند نامی لڑکی کو جو ان کے پہلے شوہر عتیق بن عائذ سے تھی حصہ ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں کہ عرب کے لوگ لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے تھے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ دوسرے شوہر سے جو دو لڑکے تھے، ان میں سے حارث کا انتقال حضرت خدیجہ کی حیات ہی میں ۵ نبوی قمری (۵ نبوی قمریہ شمسی/۶۱۳ء) کو ہو گیا، لہٰذا میراث میں ان کے حصے کا بھی سوال نہیں۔ تیسرا ہند نامی لڑکا تو اس کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ لہٰذا امکان یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان کی تمام جائداد اور مال و دولت وراثت میں آپ ﷺ کو ملی ہو گی۔

۴۳۔ ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد البغوی۔ معالم التنزیل۔ بیروت، دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ: ج ۱، ص ۴۵۷

۴۴۔ قرطبی۔ جامع البیان۔ بیروت، دار ابن حزم: ۳، ص ۳۴۵،

Marfat.com

آپ کی ہجرت

بعثت کے چودھویں سال جمادی الاولیٰ ا ہجری قمری/ نومبر ۶۲۲ء میں اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے مکے میں اپنا گھر بار، مال واسباب وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر حضرت ابوبکر کے ہم راہ خالی ہاتھ مدینے ہجرت فرمائی۔ جس اونٹنی پر آپ نے مکے سے مدینے تک سفر کیا تھا وہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ادھار خریدی تھی۔ البتہ حضرت ابوبکر صدیق نے مدینے ہجرت کرتے وقت اپنا تمام نقد مال جو اس وقت ان کے گھر میں موجود تھا، ہم راہ لے لیا۔ اس کی مالیت اس وقت ایک قول کے مطابق پانچ ہزار درہم تھی۔ (۴۵)

بلاذری کہتے ہیں کہ جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا اس دن ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ ہجرت کے وقت ان کے پاس پانچ ہزار یا چار ہزار درہم تھے۔ (۴۶)

مدنی دور میں معیشت نبوی

مکے سے ہجرت کر کے آپ قبا پہنچے اور قبیلۂ عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن الہدم کے مکان پر قیام فرمایا۔ قبا میں قیام کے دوران آپ کی معاشی اور دیگر ضروریات حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ نے فراہم کیں۔

پھر قبا سے مدینے کے لئے روانہ ہو کر راستے میں بنی سالم کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جو وادیٔ رانوناء میں واقع تھی۔ نماز سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ مدینے میں یہ آپ کا سب سے پہلا خطبہ اور سب سے پہلی نماز جمعہ تھی جس میں ایک سو اہل مدینہ شریک تھے۔ (۴۷)

مدینے پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

۴۵۔ شامی: ج ۳، ص ۲۳۹

۴۶۔ بلاذری: ج ا، ص ۳۰۸

۴۷۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۳۷۔ ابن قیم۔ زاد المعاد: ج ا، ص ۳۷۳

Marfat.com

کے گھر پر قیام فرمایا اور ان ہی کی طرف سے آپ کے کھانے پینے کا انتظام تھا۔ حضرت ابوایوب دونوں وقت آپ کی خدمت میں کھانا پیش کرتے اور جو کچھ کھانا بچ جاتا وہ ابوایوب اور ان کی اہلیہ کھاتے۔ ابوایوب کہتے ہیں کہ ایک روز ہم نے کھانے میں (کچا) لہسن اور پیاز شامل کر دیا۔ آپ نے یہ کھانا تناول فرمائے بغیر واپس فرما دیا۔ میں گھبرا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ نے کھانا واپس فرما دیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کھانے میں لہسن اور پیاز کی بو تھی اس لئے میں نے اس کو واپس کر دیا کیوں کہ میں فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہوں اور ایسے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں۔ حضرت ابوایوب کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد ہم نے کبھی آپ کے کھانے میں (کچا) لہسن اور پیاز شامل نہیں کیا۔ (۴۸)

آپ ﷺ ابوایوب کے ہاں سات ماہ تک قیام پذیر رہے۔ (۴۹)

آپ ﷺ کی اونٹنی حضرت اسعد بن زرارہ اپنے گھر لے گئے۔ اس کا کھانا پینا اور دیکھ بھال ان ہی کے سپرد ہوئی۔ (۵۰)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اونٹنی کو دیکھ بھال کے لئے حضرت ابی بن کعب اپنے گھر لے گئے، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ (۵۱)

خورد و نوش کی اشیا ہدیتاً بھیجنا

۱۰ سالہ مدنی قیام کے ابتدائی دو سال یا کچھ کم وبیش میں آپ کی معاش کا انحصار لوگوں کی طرف سے ضیافت اور ہدایا پر رہا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں کہ مدینے ہجرت کے بعد غزوہ بدر تک کا وقت آپ نے بہ طور مہمان گزارا۔ (۵۲) ابوایوب انصاری کے ہاں

۴۸۔ ابن ہشام: ج ۲ ص ۲۳۹۔ ابن کثیر: ج ۲، ص ۲۷۶، ۲۷۷

۴۹۔ بلاذری: ج ا ص ۳۱۴

۵۰۔ بلاذری: ج ا ص ۳۱۴۔ ابن سعد: ج ا ص ۱۸۳

۵۱۔ بلاذری: ج ا ص ۳۱۴

۵۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ خطبات بہاولپور۔ ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد: ص ۳۶۷

Marfat.com

قیام کے دنوں میں بھی کئی صحابہ کرام کے ہاں سے باری باری کھانا آتا تھا۔کوئی روٹی، گھی اور دودھ سے بنا ہوا ثرید لاتا، کہیں سے خاص قسم کا شوربہ آتا، کوئی کھجور، گھی اور پنیر سے بنا ہوا حیس بھیجتا۔کبھی طائف کے انگور آتے تو کبھی دودھ کا ہدیہ آتا۔کبھی خشک اور تازہ کھجور کے خوشے آتے۔غرض مختلف دنوں اور اوقات میں مختلف قسم کی اشیائے خورد ونوش ہدیے میں آتیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضرورت وخواہش کے مطابق ان میں سے استعمال کرتے، صحابہ کرام میں سے اس وقت جو آپ کے پاس موجود ہوتے ان کو بھی استعمال کراتے اور جو کچھ بچ جاتا وہ لانے والے کو واپس فرما دیتے۔اس سلسلے میں سیرت نگاروں کے کچھ اقوال اور حدیث کی روایتیں یہ ہیں۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا تو سب سے پہلا ہدیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا وہ ثرید کا پیالہ تھا جو گندم کی روٹی، گھی اور دودھ پر مشتمل تھا۔میں نے وہ پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پیالہ میری ماں نے بھیجا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس میں برکت عطا فرمائے۔پھر آپ نے اپنے اصحاب کو بلایا، اور اس کو تناول فرمایا۔ابھی میں دروازے کے اندر ہی تھا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ڈھکا ہوا پیالہ ایک لڑکا اپنے سر پر رکھے ہوئے آ گیا۔ابوایوب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے کپڑا ہٹا کر اسے دیکھا، اس میں ثرید تھا جس پر گوشت والی ہڈیاں (نلیاں) رکھی ہوئی تھیں۔وہ اس پیالے کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔

زید کہتے ہیں کہ ہم بنو مالک بن نجار کے ہاں تھے۔ہر رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھانے کے تین یا چار پیالے آتے تھے اور انھوں نے آپس میں باریاں بنالیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے منتقل ہو گئے۔آپ ﷺ نے یہاں سات ماہ قیام فرمایا۔حضرت سعد بن عبادہ اور اسعد بن زرارہ کے پیالے ہر رات آیا کرتے تھے۔(۵۳)

۵۳۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ: ۱؍ص ۲۰۶۔ ابن سعد: ۱؍۲؍ص ۱۸۱

ابوایوب انصاری کے ہاں قیام کے دنوں میں بنونجار باری باری آپ کے لئے کھانا لاتے تھے۔ام یزید بن ثابت نے آپ ﷺ کے لئے دودھ، گھی وغیرہ سے تیار کیا ہوا ثرید بھیجا تھا۔(۵۴)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسعد بن زرارہ ایک رات چھوڑ کر دوسری رات کو آپ کے لئے (کھانے کی کوئی چیز) لاتے تھے۔ جب وہ متوقع رات آتی تو آپ دریافت فرماتے کہ کیا اسعد کے ہاں سے (کھانے کا) پیالہ آیا ہے۔ جب اثبات میں جواب ملتا تو آپ فرماتے کہ اس کو لے آؤ۔آپ ﷺ کو ان کا بھیجا ہوا کھانا بہت پسند تھا۔(۵۵)

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری کے ہاں قیام کے دوران جو تقریباً سات ماہ رہا، کوئی رات ایسی نہیں گزری جب باری باری تین چار صحابہ کرام کے گھروں سے آپ کے لئے کھانا نہ آیا ہو۔(۵۶)

حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مرتبہ ایک پیالہ بھیجا، جس میں ایک خاص قسم کا شوربہ تھا۔آپ نے اس کو بڑی رغبت سے تناول فرمایا۔(۵۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم شرب لبنا فمضمض وقال ان له دسما (۵۸)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا پھر کلی کی اور فرمایا کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے(اس لئے کلی ضروری ہے)

۵۴۔ بلاذری: ج ا،ص ۳۱۴

۵۵۔ بلاذری: ج ا،ص ۳۱۵

۵۶۔ابن سعد: ج ا،ص ۱۸۳

۵۷۔ بلاذری: ج ا،ص ۳۱۵

۵۸۔ بخاری: ج ۳،ص ۵۰۱، رقم ۵۶۰۹

Marfat.com

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پیتے دیکھا اور آپ حضرت انس کے گھر آئے ہوئے تھے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے بکری کا دودھ دوہا اور اس میں کنوئیں کا تازہ پانی ملا کر آپ کو پیش کیا، آپ ﷺ نے پیالہ لے کر پیا۔ آپ کے بائیں جانب ابوبکر اور دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے باقی دودھ اعرابی کو دے دیا اور فرمایا:

الایمن فالایمن (۵۹)

دور دائیں طرف سے چلنا چاہئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

دخلت مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علی غلام له خیاط، فقدم الیه قصعة فیها ثرید قال واقبل علی عمله، قال فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یتتبع الدباء قال فجعلت أتتبعه فاضعه بین یدیه، قال فمازلت بعد احب الدبّاء (۶۰)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے ایک غلام کے پاس گیا جو درزی تھے۔ انہوں نے آپ کے سامنے ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر وہ (درزی) اپنے کام میں لگ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کدو تلاش کرنے لگے۔ پھر میں بھی اس میں سے کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں بھی کدو پسند کرنے لگ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان الناس کانوا یتحرون بهدایاهم یوم عائشة، یبتغون بها او

۵۹۔ بخاری: ج ۳، ص ۵۰۲، رقم ۵۶۱۲۔ مسلم: ج ۳، ص ۳۳۴، رقم ۲۰۲۹

۶۰۔ بخاری: ج ۳، ص ۴۵۶، رقم ۵۴۲۰

Marfat.com

يبتغون بذلك مرضاة رسول الله صلى الله عليه وسلم (٦١)

لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجنے کے لئے حضرت عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے۔ اپنے اس ہدیئے سے یا اس خاص دن کے انتظار سے لوگ آپ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

اهدت ام حفيد، خالة ابن عباس، الى النبي صلى الله عليه وسلم اقطا وسمنا واضبا، فاكل النبي صلى الله عليه وسلم من الاقط والسمن، وترك الضب تقذرا (٦٢)

ان کی خالہ ام حفید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر، گھی اور گوہ کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے پنیر اور گھی میں سے تناول فرمایا لیکن گوہ پسند نہ ہونے کی بنا پر چھوڑ دی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے پانی طلب فرمایا تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو نبیذ پلاؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر وہ شخص دوڑتا ہوا گیا اور نبیذ کا ایک پیالہ لے کر آیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

الّا خمرته ولو تعرض عليه عودا، قال فشرب (٦٣)

تو نے اس کو ڈھانپا کیوں نہیں۔ ایک لکڑی ہی آڑی رکھ دیتا۔ پھر آپ نے اس کو پی لیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس داخل

٦١۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۴۹، رقم ۲۵۷۴

٦٢۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۴۹، رقم ۲۵۷۵

٦٣۔ مسلم: ج ۳، ص ۳۲۶، رقم ۲۰۱۱

Marfat.com

ہوا تو آپ کے ہاتھ میں بھی تھے۔آپ نے فرمایا:

دونکها یا طلحة! فانها تجم الفوء اد (٦۴)

اے طلحہ یہ لے لو۔ یہ دل کو راحت دیتا ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طائف سے انگور کا ہدیہ آیا۔آپ نے مجھے بلا کر فرمایا:

خذ هذا العنقود فابلغه امك، فاكلته قبل ان ابلغه اياها، فلما كان بعدليالى قال مافعل العنقود؟ هل ابلغه امك؟ قلت لا قال فسمانى غدر (٦۵)

یہ خوشہ لو اور اپنی ماں کو دے دو۔ میں نے اماں کو دینے سے پہلے اس کو کھالیا۔ پھر کئی راتوں کے بعد آپ نے مجھ سے پوچھا اس خوشے کا کیا کیا؟ کیا تو نے اپنی اماں کو پہنچا دیا۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے میرا نام دغا باز رکھا (مذاق کے طور پر)

عمرو بن امیہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ سے بکری کے شانے کا گوشت کاٹ کر (تناول فرمارہے تھے) پھر آپ کو نماز کے لئے بلایا گیا تو آپ نے گوشت اور وہ چھری جس سے گوشت کاٹ رہے تھے ڈال دی اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔(٦٦)

آپ ﷺ کے لئے پھل مخصوص کرنا

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ مدینے کے انصار کسان اور زراعت پیشہ تھے۔ان میں سے اکثر مال دار صحابہ نے آپ ﷺ کی اجازت سے اپنے باغوں میں ایک ایک

٦۴۔ابن ماجہ: ج ۴، ص ۴۳۴، رقم ۳۳٦۹

٦۵۔ابن ماجہ: ج ۴، ص ۴۳۴، رقم ۳۳٦۸

٦٦۔بخاری: ج ۳، ص ۴۵۳، رقم ۵۴۰۸

Marfat.com

درخت کو نشان زدہ کر کے اس کا پھل آپ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ وہ ہر سال کھجور کی فصل کٹنے پر اس درخت کا تمام پھل آپ کو پہنچا دیتے تھے۔ اگر وہ پھل آپ کی ضرورت سے زیادہ ہوتا تو غریبوں اور مہمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔(۶۷)

غذائی ضروریات کے لئے بکریاں وغیرہ پالنا

رفتہ رفتہ جب آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ان کی ضروریات بڑھیں تو آپ نے اپنی غذائی ضروریات کے لئے چند بکریاں خریدیں اور ان کا دودھ آپ کی ازواج میں خرچ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی صحابہ کرام میں سے بعض لوگ دودھ والی اونٹنی یا بکری پیش کرتے اور درخواست کرتے کہ اس کو قبول فرمالیجئے۔ آپ اس کو قبول فرمالیتے اور کبھی قبول نہ فرماتے۔ آہستہ آہستہ بکریوں اور اونٹنیوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور مدینے کے مضافات میں ان کے لئے ایک چراگاہ معین کی گئی، جہاں ایک صحابی رضا کارانہ طور پر ان جانوروں کی دیکھ بھال کرتے اور روزانہ ان کا دودھ چراگاہ سے مدینے لاکر آپ ﷺ کے ہاں پہنچاتے، اور آپ کے اہل خانہ اس کو استعمال کرتے تھے۔(۶۸)

اپنے گھروں پر آپ کی ضیافت کرنا

صحابہ کرام ہدایا بھیجنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو اپنے گھروں پر بھی کھانے پر مدعو کرتے تھے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری نے آپ ﷺ کو کئی مرتبہ اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا۔ ایک مرتبہ انہوں نے آپ کو صحابہ کرام سمیت اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ غزوہ خندق کے موقع پر بھی انہوں نے آپ کو کھانے پر اپنے گھر بلایا تھا۔ ذیل میں چند دعوتوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابوطلحہؓ نے اپنی بیوی ام سلیم سے کہا کہ میں نے

۶۷۔ خطبات بہاول پور تصرفاً: ص ۳۶۴

۶۸۔ خطبات بہاولپور تصرفاً ۳۶۵

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی آواز میں ضعف محسوس کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ بھوکے ہیں۔کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ چناں چہ انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر انہوں نے اپنا دوپٹہ نکالا اور اس کے ایک حصے میں روٹیوں کو لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیا اور ایک حصہ مجھے چادر کی طرح اوڑھا دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ میں روٹیاں لے کر گیا اور رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا اور آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے ۔ میں ان سب کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا کھانے کے ساتھ؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ چناں چہ آپ روانہ ہوئے اور میں سب سے آگے چلتا رہا یہاں تک کہ ابوطلحہ کے پاس پہنچ گیا۔ ابوطلحہ نے کہا ام سلیم رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو ساتھ لے کر تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ سب کو کھلا سکیں، ام سلیم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ پھر ابوطلحہ روانہ ہوئے اور آپ سے ملاقات کی۔اس کے بعد ابوطلحہ اور رسول اللہ ﷺ ابوطلحہ کے گھر کی طرف چلے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا:

هلمي يا ام سليم ماعندك، فاتت بذالك الخبز فامربه ففت، وعصرت ام سليم عكة لها فادمته ثم قال فيه رسول الله ﷺ ماشاء الله ان يقول ، ثم قال ائذن لعشرة ، فاذن لهم فاكلوا حتى شبعوا، ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا ثم اذن لعشرة فاكل القوم كلهم وشبعوا، والقوم ثمانون رجلا (٦٩)

اے ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ یہاں لے آؤ۔ ام سلیم وہ

٦٩۔ بخاری: ج ۳، ص ۴۴۷، رقم ۵۳۸۱

Marfat.com

روٹیاں لے آئیں۔ پھر آپ کے حکم سے ان روٹیوں کا چورا کرلیا گیا۔ پھر ام سلیم نے اپنے گھی کے ڈبے میں سے گھی نچوڑ کر اس کا ملیدہ بنالیا۔ پھر آپ نے دعا کی جو کچھ اللہ نے آپ سے کرانی چاہی۔ اس کے بعد فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کے لئے بلاؤ۔ جب ان دس آدمیوں نے سیر ہو کر کھالیا تو وہ باہر چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔ جب وہ بھی سیر ہو کر کھا چکے اور باہر چلے گئے تو اور دس آدمیوں کو بلالیا جب وہ بھی سیر ہو کر کھا چکے اور باہر چلے گئے تو دس آدمی اور بلا لئے۔ اس طرح تمام صحابہ نے سیر ہو کر کھایا۔ اور ان کی تعداد اسّی تھی۔

حضرت شعیب گوشت کے تاجر اور دوکان دار تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے چند اصحاب کے ساتھ آپ کی دعوت کی اور عمدہ کھانا کھلایا۔ چناں چہ ابو مسعود سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک صحابی جن کی کنیت ابوشعیب تھی، آئے اور اپنے غلام سے جو قصاب تھا کہا کہ میرے لئے اتنا کھانا تیار کرو جو پانچ آدمیوں کے لئے کافی ہو۔ میں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ چار آدمیوں کی دعوت کا ارادہ کیا ہے، کیوں کہ میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر بھوک کا اثر دیکھا ہے، پھر انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ کے ساتھ (چار آدمیوں کے علاوہ) ایک آدمی اور آ گیا۔ آپ نے ابوشعیب سے فرمایا:

ان هذا قد تبعنا، فان شئت ان تاذن له فاذن له و ان شئت ان یرجع رجع، فقال لا بل قد اذنت له، (۷۰)

ہمارے ساتھ ایک آدمی اور آ گیا ہے اگر آپ چاہیں تو اس کو اجازت دے دیں اور چاہیں تو اسے واپس کردیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بل کہ میں انہیں بھی اجازت دیتا ہوں۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے

۷۰۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۲، رقم ۲۰۸۱

Marfat.com

روٹی اور گوشت پیش کیا۔ آپ نے کھایا پھر وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کیا۔ پھر ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد بچا ہوا کھانا منگوایا اور کھایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (۷۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو بنی سلمہ کے ایک شخص نے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہم اپنا ایک اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ پھر آپ چلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے اور اونٹ ابھی ذبح نہیں ہوا تھا۔ پھر اس کو ذبح کیا گیا، پھر اس کو کاٹا گیا اور پکایا گیا۔ پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہم نے کھایا۔ (۷۲)

عتبان بن مالکؓ جو اپنے قبیلے کے امام اور بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ موجود تھے، انہوں نے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی نگاہ میں فرق پاتا ہوں اور پانی کا سیلاب مجھ میں اور میری قوم کی مسجد میں حائل ہوتا ہے۔ اس کے پار جانا میرے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں، تاکہ میں اس کو اپنی نماز کی جگہ بنا لوں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ میں آؤں گا۔ اگلے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپ ﷺ دن چڑھے تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے آپ کو اجازت دے دی تو آپ بیٹھے نہیں یہاں تک کہ فرمایا:

این تحب ان اصلی لك من بيتك؟ فاشرت له الى المكان الذى احب ان اصلى فيه ، فقام رسول الله ﷺ وصففنا خلفه ، فصلى بنا ركعتين ثم احتبسته على خزيرة تصنع لهم (۷۳)

۷۱۔ ابوداؤد: ج ۱، ص ۸۲، رقم ۱۹۱

۷۲۔ مسلم: ج ۱، ص ۳۵۲، رقم ۲۴

۷۳۔ ابن ماجہ: ج ۱، ص ۲۵۴، رقم ۷۵۴

Marfat.com

اپنے گھر میں تم کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں۔ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں میں نماز پڑھنا چاہتا تھا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی۔ آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر میں نے آپ کو خزیرہ (ایک قسم کا کھانا جو گوشت اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے) کھانے کے لئے روکے رکھا جو ان لوگوں کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ان کی دادی نے رسول اللہ ﷺ کو جن کا نام ملیکہ تھا کھانے پر بلایا جو انہوں نے آپ کے لئے پکایا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس میں سے کھایا۔ (۷۴)

صحابہ کے گھروں پر ملاقات کے لئے جانا

آپ ﷺ وقتاً فوقتاً مختلف صحابہ کرام کے گھروں پر ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس وقت صاحب خانہ مقدور بھر آپ کی خدمت کرتا۔

حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد کے پاس اترے۔ پھر ہم نے کھانا اور وطبہ (ایک قسم کا کھانا جو کھجور، پنیر اور گھی کو ملا کر بنایا جاتا ہے) آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ پھر خشک کھجوریں دی گئیں۔ آپ ﷺ نے ان کو کھاتے تھے اور گٹھلیاں دونوں انگلیوں کے بیچ میں رکھتے جاتے تھے، پھر پینے کے لئے کچھ آیا۔ آپ نے اس میں سے پیا اور باقی بچا ہوا آپ نے اس شخص کو دے دیا جو آپ کے داہنی طرف بیٹھا ہوا تھا۔ پھر میرے والد نے آپ کے سواری کے جانور کی لگام تھام کر عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم بارك لھم فی مارزقتھم واغفرلھم وارحمھم (۷۵)

۷۴۔ مسلم: ج ا،ص ۳۷۰، رقم ۶۵۸

۷۵۔ مسلم: ج ۳،ص ۳۴۳، رقم ۲۰۴۲

Marfat.com

اے اللہ ! ان کے رزق میں برکت عطا فرما اور ان کی مغفرت فرما
اور ان پر رحم فرما۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بیان کیا کہ مدینے میں ایک یہودی تھا جو مجھے اس شرط پر قرض دیتا تھا کہ میری کھجوریں کٹنے کے وقت لے لے گا۔ حضرت جابر کی ایک زمین رومہ کے راستے میں تھی۔ ایک سال باغ میں پھل نہیں آیا۔ پھل چنے جانے کے وقت وہ یہودی میرے پاس آیا اور میں نے باغ میں سے کچھ بھی نہیں توڑا تھا۔ اس لئے میں اس سے آئندہ سال تک مہلت مانگنے لگا، اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ چلو، ہم جابر کے لئے یہودی سے مہلت مانگیں گے۔ وہ سب میرے پاس باغ میں آئے۔ آپ ﷺ اس یہودی سے گفت گو فرماتے رہے۔ لیکن وہ یہی کہتا رہا کہ ابوالقاسم! میں مہلت نہیں دے سکتا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور کھجور کے باغ کا چکر لگایا۔ پھر واپس آکر یہودی سے بات کی تو اس نے پھر انکار کیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر میں کھڑا ہو گیا اور تھوڑی سی تازہ کھجور لا کر آپ کے سامنے رکھی۔ آپ نے تناول فرمائی۔ پھر فرمایا جابر تمہارا چھپر کہاں ہے؟ میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا میرے لئے اس میں کچھ بچھا دو۔ میں نے اس میں بچھا دیا تو آپ داخل ہوئے اور آرام فرمایا۔ پھر جب بیدار ہوئے تو میں ایک مٹھی کھجوریں اور لایا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمائیں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور یہودی سے گفت گو فرمائی۔ اس نے اب بھی انکار کیا۔ پھر آپ باغ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جابر! اب پھل توڑو اور قرض ادا کرو۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ کھجوروں کے توڑے جانے کی جگہ کھڑے ہو گئے اور میں نے باغ میں سے اتنی کھجوریں توڑلیں جس سے قرض ادا کر دیا اور اس میں سے کھجوریں بچ بھی گئیں۔ پھر وہاں سے نکلا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خوش خبری سنائی تو آپ نے فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (۷۶)

۷۶۔ بخاری: ج ۳، ص ۴۶۱، رقم ۵۴۴۳

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن یا رات کے وقت رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا کہ اس وقت تمہیں اپنے گھروں سے کس چیز نے نکالا۔ انہوں نے کہا کہ بھوک کے مارے یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بھی اسی کی وجہ سے نکلا جس کی وجہ سے تم نکلے۔ پھر وہ آپ کے ساتھ چلے اور ایک انصاری کے دروازے پر آئے۔ وہ اپنے گھر میں نہیں تھا۔ اس کی بیوی نے آپ کو دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ آپ نے اس کے خاوند کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گیا ہے۔ اتنے میں وہ انصاری مرد آ گیا۔ اس نے آپ کو اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ کر کہا اللہ کا شکر ہے کہ آج کے دن کسی کے پاس ایسے معزز مہمان نہیں ہیں جیسے میرے پاس ہیں۔ پھر وہ گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لے کر آیا جس میں گدر، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں۔ اس نے کہا کہ اس میں سے کھاؤ۔ پھر اس نے چھری لی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ دودھ والی بکری مت کاٹنا۔ پھر اس نے ایک بکری ذبح کی اور سب نے اس کا گوشت کھایا اور کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب کھانے پینے سے سیر ہو گئے تو آپ نے ابو بکر اور عمر سے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ !لتسئلن عن ھذا النعیم یوم القیامة، اخرجکم من بیوتکم الجوع، ثم لم ترجعوا حتی اصابکم ھذا النعیم (۷۷)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت کے دن تم سے اس نعمت کا سوال ہوگا کہ تم اپنے گھروں سے بھوکے نکلے۔ پھر اس وقت تک نہیں لوٹے جب تک کہ تمہیں یہ نعمت نہیں ملی۔

ام منذر بنت قیس انصاریہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی کے ساتھ میرے پاس آئے اور علی بیماری سے اچھے ہوئے تھے مگر نقاہت (باقی) تھی۔ ہمارے پاس کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر کھانے لگے اور حضرت

۷۷۔ مسلم: ج ۳، ص ۳۳۹، رقم ۲۰۳۸

Marfat.com

علی بھی کھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ حضرت علی سے کہنے لگے رک جاؤ تمہیں ابھی نقاہت ہے یہاں تک کہ حضرت علی کھانے سے رک گئے۔ ام منذر کہتی ہیں کہ میں نے جو اور چقندر پکائے تھے۔ میں وہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا:

یاعلی اصب من ھذا فھو انفع لك (۷۸)

اے علی اس میں سے کھاؤ، یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک ہمسایہ بہت عمدہ شوربہ بناتا تھا۔ وہ فارسی تھا۔ ایک دفعہ اس نے آپ کے لئے شوربہ بنایا اور آپ کو بلانے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر وہ دوبارہ بلانے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر وہ تیسری بار آپ کو بلانے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلے یہاں تک کہ اس کے مکان پر پہنچے۔ (۷۹)

آپ ﷺ کا صحابہ کو اپنے گھر کھانا کھلانا

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ آپ وہاں سے گزرے تو مجھے اشارہ کیا اور میں آیا تو آپ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ آپ اندر گئے اور پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ پھر میں اندر داخل ہوا تو وہ (آپ کی زوجہ محترمہ) پردہ کئے ہوئے تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ کھانا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر تین روٹیاں آپ کے سامنے لائی گئیں اور چھال کے دسترخوان پر رکھی گئیں۔ آپ نے ایک روٹی لی اور اس کو اپنے سامنے رکھا۔ پھر دوسری روٹی لی اس کو میرے سامنے رکھا پھر تیسری روٹی لی اس کے دو ٹکڑے کر کے آدھی اپنے سامنے رکھی اور

۷۸۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۳۸۳، رقم ۳۸۵۶

۷۹۔ مسلم: ج ۳، ص ۳۳۸، رقم ۲۰۳۷

Marfat.com

آدھی میرے سامنے۔ پھر فرمایا:

هل من ادم؟ قالوا لا ، الا شيء من خل قال هاتوه فنعم الادم هو (۸۰)

کچھ سالن ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، کچھ سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ سرکہ تو بہترین سالن ہے۔

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے دونوں ساتھی آئے اور ہماری بینائی اور سماعت جاتی رہی تھی۔ (فاقے وغیرہ کی) تکلیف سے۔ ہم اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر پیش کرتے تھے مگر کوئی ہمیں قبول نہ کرتا۔ آخر ہم آپ کے پاس آئے۔ آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ وہاں تین بکریاں تھیں۔ آپ نے فرمایا ہم سب ان کا دودھ پئیں گے۔ پھر ہم ان کا دودھ دوہا کرتے اور ہم میں سے ہر ایک اپنا حصہ پی لیتا اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ اٹھا کر رکھ دیتے تھے۔ (۸۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کافر آیا۔ آپ نے اس کی ضیافت کی اور اس کے لئے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ پھر ایک بکری کا دودھ دوہا گیا اور وہ سب پی گیا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ دوہا گیا وہ بھی پی گیا۔ پھر تیسری کا دوہا گیا تو وہ بھی پی گیا۔ یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ پھر صبح کو وہ مسلمان ہوگیا۔ پھر آپ کے حکم سے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ دوہا گیا۔ اس نے اس کو پیا۔ پھر دوسری کا دودھ دوہا تو وہ پورا نہ پی سکا۔ آپ نے فرمایا:

المومن يشرب في معى واحد والكافر يشرب في سبعة امعاء (۸۲)

مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔

۸۰۔ مسلم: ج ۳، ص ۳۴۹، رقم ۲۰۵۲

۸۱۔ مسلم: ج ۳، ص ۳۵۱، رقم ۲۰۵۵

۸۲۔ مسلم: ج ۳، ص ۳۵۶، رقم ۲۰۶۳

Marfat.com

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھ اصحاب کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور سارا کھانا دو لقموں میں چٹ کر گیا۔ تب آپ نے فرمایا:

اما انه لو کان قال بسم الله لکفاکم فاذا اکل احدکم طعاما فلیقل بسم الله، فان نسی ان یقول بسم الله فی اوله، فلیقل بسم الله فی اوله واخره (۸۳)

اگر یہ شخص بسم اللہ کہہ کر کھاتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔ سو تم میں سے جو کوئی کھانا کھائے تو اس کو بسم اللہ کہنی چاہیے۔ اگر شروع میں بسم اللہ کہنا بھول گیا تو یہ کہے۔ بسم الله اوله واخره

اسماء بنت زید کہتی ہیں کہ آپ کے پاس کھانا لایا گیا تو آپ نے ہمیں بھی کھانے کے لئے کہا۔ ہم نے کہا بھوک نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا:

لاتجمعن جوعا و کذبا (۸۴)

بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا مت کرو۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ نے بکری کی ایک ران بھوننے کا حکم دیا پھر وہ بھونی گئی اور آپ ﷺ چھری لے کر میرے لئے گوشت کاٹنے لگے۔ اتنے میں بلال آئے اور آپ کو نماز کے لئے بلایا۔ (۸۵)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خالد بن ولید اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہ کے ہاں داخل ہوئے۔ وہ ہمارے پاس ایک برتن میں دودھ لائیں۔ آپ نے دودھ پیا۔ میں آپ کے دائیں جانب اور خالد بائیں جانب تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے پینے کے لئے دیا اور فرمایا:

۸۳۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۴۰۵، رقم ۳۲۶۴

۸۴۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۴۱۴، رقم ۳۲۹۸

۸۵۔ ابوداؤد: ج ۱، ص ۸۲، رقم ۱۸۸

Marfat.com

الشربت لك فان شئت آثرت بها خالدا فقلت ما كنت اوثر علی سوء رك احداً. ثم قال رسول الله ﷺ من اطعمه الله طعاما فليقل: اللهم بارك لنا فيه واطعمنا خير منه ومن سقاه الله لبنا فليقل اللهم بارك لنا فيه وزدنا منه وقال رسول الله ﷺ ليس شیء يجزی مكان الطعام والشراب غير اللبن(۸۶)

حق تو تمہارا ہے لیکن اگر تم چاہو تو خالد کو اپنے اوپر ترجیح دے سکتے ہو۔ میں نے عرض کی میں آپ کے جھوٹے پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ کسی کو کچھ کھلائے تو اسے چاہیے کہ یہ دعا پڑھے۔ اے اللہ! اس میں ہمارے لئے برکت پیدا فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھلا اور اگر اللہ کسی کو دودھ پلائے تو اس کو یہ کہنا چاہیے۔ اے اللہ! اس میں ہمارے لئے برکت پیدا فرما اور یہ (دودھ) مزید عطا فرما۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دودھ کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہیں کہ کھانے اور پینے دونوں کے لئے کافی ہو۔

حضرت لقیط بن صبرہ ایک طویل روایت میں کہتے ہیں کہ ہم لوگ بنوالمنتفق کے وفد کے ساتھ جب مدینے میں حاضر ہوئے تو آپ گھر پر تشریف فرما نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ہمارے لئے خزیرہ (گوشت، آٹا، پانی ملاکر) بنانے کا حکم دیا۔ پھر جب وہ بن گیا تو اس کے ساتھ ایک بڑے طبق میں کھجوریں پیش کی گئیں۔ ہم نے خوب کھایا۔ بعد میں جب آپ آئے تو آپ نے ان کے کھانے پینے کا پوچھا تو آپ کو سارا ماجرا بتایا گیا۔ ابھی ہم بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں کا ریوڑ لے کر وہاں سے نکلا۔ آپ نے اس سے ایک بکری ذبح کرائی۔ (۸۷)

۸۶۔ ترمذی: ج ۵ ص ۲۸۳، رقم ۳۴۶۶

۸۷۔ ابوداؤد: ج ۱ ص ۶۴، رقم ۱۴۲

Marfat.com

خاص مواقع پر آپ کو، اور آپ کا، صحابہ کو، مدعو کرنا

عام دعوتوں کے علاوہ شادی وغیرہ کے مخصوص مواقع پر بھی لوگ آپ کو اکثر کھانے کی دعوت دیتے تھے۔ عام طور پر آپ ﷺ دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے ولیموں میں صحابہ کرام کو مدعو کرتے تھے۔ چند مثالیں:

سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ابو سعید ساعدی نے شادی کا کھانا کھلایا تو آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو دعوت دی۔ اس موقع پر کھانا ان کی نو بیاہتا دلہن ام اسید نے تیار کیا اور انہوں نے ہی سب کے سامنے رکھا۔ انہوں نے پتھر کے بڑے پیالے میں رات کے وقت کھجوریں بھگو دی تھیں اور جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ہی اس کا شربت بنایا اور آپ کے سامنے پینے کے لئے پیش کیا۔ (۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش سے نکاح کے بعد گوشت اور روٹی تیار کرائی اور لوگوں کو کھانے پر بلانے کے لئے مجھے بھیجا۔ پھر کچھ لوگ آئے اور کھا کر چلے گئے۔ پھر اور لوگ آئے وہ بھی کھا کر چلے گئے۔ میں بلاتا رہا یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دسترخوان اٹھا لو۔ (۸۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ام سلیم (حضرت انس کی والدہ) کی طرف سے ہوتا تو ان کے پاس جاتے اور ان کو سلام کرتے۔ جب آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو ام سلیم نے مجھ سے کہا کہ کیوں نہ ہم آپ ﷺ کو ہدیہ دیں۔ میں نے کہا ضرور۔ چناں چہ کھجور، گھی اور پنیر کا ملیدہ بنا کر ایک ہانڈی میں میرے ساتھ آپ کے پاس بھیجا۔ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اسے رکھ دو۔ پھر چند افراد کا نام لے کر مجھ سے فرمایا کہ انہیں بلا لاؤ، اور تمہیں جو بھی مل جائے اسے بلا لاؤ۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں

۸۸۔ بخاری: ج ۳، ص ۲۹۱، رقم ۵۱۸۲

۸۹۔ بخاری: ج ۳، ص ۲۶۲، رقم ۴۷۹۳

Marfat.com

آپ ﷺ کے حکم کے مطابق گیا۔ جب میں واپس آیا تو آپ کا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنا ہاتھ اس ملیدے پر رکھے ہوئے ہیں اور اللہ نے جو چاہا آپ ﷺ نے اس پر پڑھا۔ اس کے بعد آپ دس دس آدمیوں کو کھانے پر بلانے لگے۔ آپ ان سے فرماتے جاتے کہ پہلے اللہ کا نام پڑھو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ تمام لوگ کھا کر الگ ہو گئے۔ (۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ نے حضرت صفیہ سے نکاح کیا اور ولیمے میں آس پاس کے لوگوں کو حیس (کھجور، پنیر اور گھی سے تیار کیا ہوا کھانا) تیار کرا کر کھلایا۔ (۹۱)

کسی غزوے یا سفر سے واپسی پر آپ اکثر ایک یا زیادہ جانور ذبح کر کے لوگوں کی ضیافت کرتے تھے یا ان کو گوشت بھیجتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (کسی غزوے سے) مدینے تشریف لائے تو اونٹ یا گائے ذبح کی۔ (۹۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی کے معاملے میں، میں نے اتنی غیرت محسوس نہیں کی جتنی حضرت خدیجہؓ کے معاملے میں محسوس کرتی تھی۔ آپ میرے نکاح سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں لیکن آپ ﷺ کی زبان سے ان کا ذکر برابر سنتی رہتی تھی۔ اور اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ انہیں (جنت میں) موتی کے ایک محل کی خوش خبری سنا دیں۔ آپ جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو ان کے میل محبت رکھنے والی عورتوں کو اس میں سے اتنا ہدیہ بھیجتے جو ان کے لئے کافی ہوتا۔ (۹۳)

غزوہ موتہ کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر پر ان کے غم

۹۰۔ بخاری: ج ۳، ص ۳۸۷، رقم ۵۱۶۳

۹۱۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۴۵، رقم ۲۸۹۳

۹۲۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۹۷، رقم ۳۰۸۹

۹۳۔ بخاری: ج ۲، ص ۴۹۲، رقم ۳۸۱۶

Marfat.com

زدہ اہل خانہ کے لئے اپنے گھر سے کھانا پکوا کر بھیجا۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آئی تو آپ نے فرمایا:

اصنعوا لاھل جعفر طعاما فانه قد جاء ھم مایشغلھم (۹۴)

جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو، کیوں کہ وہ لوگ مشغول ہیں۔

ازواج کے لئے حجروں کی تعمیر

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد اس سے متصل ہی آپ نے ازواج مطہرات کے لئے حجرے تعمیر کرائے۔ اس وقت حضرت سودہ اور حضرت عائشہؓ آپ کے نکاح میں آچکی تھیں، اس لئے دو حجرے تعمیر کرائے۔ بعد میں ضرورت کے مطابق مزید حجرے تعمیر ہوئے۔ مسجد نبوی سے متصل حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے مکانات تھے۔ جب آپ کو مکان کی ضرورت پیش آتی تو حضرت حارثہؓ اپنے مکانوں میں سے آپ کو دے دیتے تھے۔ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی شادی کے موقع پر بھی ایک مکان آپ کو ہدیہ کیا تھا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے انہوں نے اپنے تمام مکان آپ کو ہدیہ کئے۔ بعض دوسرے صحابہ نے بھی آپ کو بنے بنائے مکان ہدیہ کئے تھے۔ حضرت ام انس نے جو جائداد آپ کو پیش کی وہ آپ نے حضرت ام ایمن کو عنایت فرمادی۔ (۹۵)

صدقہ لینے والے کا صدقے میں سے آپ کو ہدیہ کرنا

جس طرح لوگ خورد و نوش کی اشیا اور دیگر چیزیں آپ کو ہدیہ کرتے تھے، اسی طرح نادار لوگ بھی صدقے میں ملی ہوئی اشیائے خورد و نوش میں سے کچھ آپ کو ہدیتاً بھیجتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کے پاس کھانے کی کوئی چیز لائی جاتی تو آپ پوچھ لیتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ۔ اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ اور خود نہ کھاتے۔ اور اگر کہا جاتا کہ یہ

۹۴۔ ترمذی: ج ۲، ص ۳۰۲، رقم ۱۰۰۰

۹۵۔ زرقانی: ج ۱، ص ۳۷۰، حلبی: ج ۲، ص ۲۷۳

Marfat.com

ہدیہ ہے تو آپ بھی اپنا ہاتھ بڑھاتے اور صحابہ کے ساتھ تناول فرماتے۔(۹۶)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ جب کوئی قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ لاتی تھی تو آپ ان کے لئے دعا فرماتے کہ اے اللہ ان پر رحمت فرما۔ پھر میرے والد ابی اوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ابی اوفی کی آل پر رحمت فرما۔(۹۷)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس گائے کا کچھ گوشت لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ گوشت بریرہ کو صدقے میں دیا گیا تھا۔آپ نے فرمایا:

ہو لها صدقة، ولنا هدية (۹۸)

یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

حضرت جویریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور فرمایا:

هل من طعام قالت لا واللّٰه يا رسول اللّٰه ! ماعند نا طعام الاعظم من شاة اعطيته مولاتى من الصدقة فقال قربيه فقد بلغت محلها (۹۹)

کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں قسم اللہ کی اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کچھ کھانا نہیں ہے سوائے بکری کی چند ہڈیوں کے جو میری کنیز کو صدقے میں ملی ہیں۔آپ نے فرمایا لاؤ، صدقہ تو اپنی جگہ پہنچ گیا۔

ام عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس صدقے کی ایک بکری بھیجی میں نے اس سے کچھ گوشت حضرت عائشہ کو بھیج دیا پھر جب رسول اللہ ﷺ

۹۶۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۴۹، رقم ۲۵۷۶۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۳۲، رقم ۱۰۷۷

۹۷۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۳۲، رقم ۱۰۷۸

۹۸۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۳۱، رقم ۱۰۷۵۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۵۰، رقم ۲۵۷۷

۹۹۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۳۰، رقم ۱۰۷۳

Marfat.com

حضرت عائشہ کے پاس آئے تو فرمایا:

هل عندكم شيء؟ قالت لا الا ان نسيبه بعثت الينا من الشاة التي بعثتم بها اليها،قال انهاقدبلغت محلها (۱۰۰)

کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے۔ انہوں نے عرض کی نہیں مگر نسیبہ (ام عطیہ) نے ہمارے پاس اس بکری کا کچھ گوشت بھیجا ہے، جو آپ نے اس کے پاس بھیجی تھی۔ آپ نے فرمایا وہ اپنی جگہ پہنچ گئی۔

مدینے میں شغل تجارت

ہجرت کے بعد مدینے میں بھی آپ ﷺ نے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مدینے میں ایک (دیہاتی) قافلہ آیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے کچھ خرید وفروخت کی۔ آپ کو چند اوقیہ نفع ہوا جسے آپ نے بنو عبدالمطلب کی بیواؤں میں تقسیم فرمادیا اور فرمایا کہ میں ایسی چیز نہیں خریدتا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو۔ (۱۰۱)

ایک دفعہ مدینۂ منورہ کے باہر ایک چھوٹا سا قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ قافلے والوں کے پاس ایک سرخ اونٹ تھا۔ اتفاقاً آپ ﷺ کا اُدھر سے گزر ہوا تو آپ نے ان سے اونٹ کی قیمت دریافت فرمائی۔ انہوں نے قیمت میں کھجوروں کی کچھ مقدار بتائی جو آپ ﷺ نے منظور فرمالی اور اونٹ کی مہار پکڑ کر شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ بعد میں قافلے والوں کو احساس ہوا کہ انہوں نے ایک انجان کو اونٹ دے کر غلطی کی ہے۔ پورا قافلہ اس حماقت پر نادم تھا۔ اہل قافلہ کے ساتھ ایک عورت بھی تھی، اس نے کہا کہ اطمینان رکھو، میں نے کسی شخص کا ایسا روشن چہرہ نہیں دیکھا۔ یعنی ایسا آدمی دھوکہ نہیں کرے گا۔ پھر جب رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے کھانا اور اونٹ کی قیمت میں کھجوروں کی جتنی مقدار طے

۱۰۰۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۳۲، رقم ۱۰۷۶۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۵۰، رقم ۲۵۷۹

۱۰۱۔ مسند احمد: رقم ۲۰۹۴، ۲۹۶۴

Marfat.com

ہوئی تھی، اس کے برابر کھجوریں بھجوادیں۔(۱۰۲)

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

کنا مع النبی ﷺ فی سفر فکنت علی بکر صعب لعمر، فکان یغلبنی فیتقدم امام القوم فیزجرہٗ عمر ویردہ ثم یتقدم، فیزجرہ عمر ویردہ، فقال النبی لعمر بعنیہ قال ہولک یا رسول اللّٰہ، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعنیہ، فباعہ من رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال النبی ﷺ ہولک یاعبد اللّٰہ بن عمر، تصنع بہ ماشئت(۱۰۳)

ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا، وہ مجھے مغلوب کرکے سب سے آگے نکل گیا، لیکن حضرت عمرؓ نے اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس کردیا، وہ پھر آگے نکل گیا تو عمرؓ نے اسے ڈانٹ کر پھر پیچھے واپس کردیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دو (حضرت) عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اب یہ آپ کا ہے، آپ نے پھر فرمایا یہ اونٹ مجھے بیچ دو، چناں چہ (حضرت) عمرؓ نے وہ اونٹ رسول اللہ ﷺ کو بیچ دیا، اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن عمر کو مخاطب کرکے فرمایا اے عبداللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تمہارا ہے تم جس طرح چاہو اس کو استعمال کرو۔

حضرت جابر کی روایت میں بھی اسی قسم کا معاملہ مذکور ہے، وہ کہتے ہیں:

کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ فابطأبی

۱۰۲۔ الدارقطنی: ج۳، ص۴۵، رقم ۱۸۶

۱۰۳۔ بخاری: ج۲، ص۲۱، رقم ۲۱۱۵

Marfat.com

جملي وأعيا فاتى على النبى صلى الله عليه وسلم،فقال جابر، فقلت نعم، قال ما شانك قلت ابطاعلى جملي واعيا فتخلفت، فنزل يحجنه بمحجنه ثم قال اركب فركبت فلقد رايته اكفه عن رسول الله ﷺ قال اما انك قادم فاذا قدمت فالكيس الكيس ثم قال اتبيع جملك؟ قلت نعم، فاشتراه منى باوقية ثم قدم رسول الله ﷺ قبلي وقدمت بالغداة فجئنا الى المجسد فوجدته على باب المسجد قال الآن قدمت؟ قلت نعم قال فدع جملك فادخل فصل ركعتين، فد خلت، فصليت، فامر بلالا ان يزن له اوقية، فوزن لى بلال فارجح فى الميزان فانطلقت حتى وليت فقال ادع لى جابرا، قلت الآن يرد على الجمل، ولم يكن شئى ابغض الى منه قال خذ جملك ولك ثمنه (۱۰۴)

ایک غزوے میں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرا اونٹ تھک کر سست پڑ گیا اس لئے میں پیچھے رہ گیا، پھر آپ اترے اور میرے اونٹ کو اپنی چھڑی سے کچو کے لگائے اور فرمایا اب سوار ہو جاؤ، چناں چہ میں سوار ہو گیا، اب (اونٹ کا) یہ حال ہو گیا کہ مجھے اسے رسول ﷺ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑتا تھا...... پھر آپ نے فرمایا اچھا اب تم پہنچنے والے ہو اس لئے جب پہنچ جاؤ تو خوب سمجھ سے کام لینا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا اونٹ بیچو گے، میں نے کہا جی ہاں، چناں چہ آپ نے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی (مدینے) پہنچ گئے تھے اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا، پھر ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپ کو مسجد

۱۰۴۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۷، رقم ۲۰۹۷

Marfat.com

کے دروازے پر پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا ابھی آ رہے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لو، میں اندر گیا اور نماز پڑھی، اس کے بعد آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ میرے لئے ایک اوقیہ چاندی تول دیں، انہوں نے ایک اوقیہ چاندی تول دی اور پلڑا بھاری رکھا (یعنی جھکتی ہوئی تولی) میں لے کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ جابر کو ذرا بلاؤ۔ میں نے سوچا کہ اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کر دیں گے، حالاں کہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لئے اور کوئی چیز نہیں تھی۔ چناں چہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ یہ اپنا اونٹ لو اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

مالِ غنیمت

رمضان ۲ھ سے غزوات کا آغاز ہوا آپ ان غزوات میں بہ نفسِ نفیس شریک ہوتے تھے۔ مال غنیمت میں سے دوسرے مجاہدوں کی طرح آپ کو بھی ایک مجاہد کی حیثیت سے حصہ ملتا تھا۔ آپ کے معاشی وسائل کا ایک اہم ذریعہ غزوات وسرایا میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اموال غنیمت کا پانچواں حصہ آپ کی صواب دید پر چھوڑا تھا کہ آپ اسے جس طرح چاہیں تقسیم فرمائیں۔ ان اموال سے آپ ﷺ اور مدینے کے مسلمانوں اور مجاہدین کی معاشی حالت میں نمایاں بہتری آئی تھی۔ غنیمت کے طور پر حاصل ہونے والے اموال واسباب میں کھانے پینے کی اشیا بھی ہوتی تھیں جن سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اموال غنیمت میں روز مرہ ضرورت کی اشیا، بچھانے، اوڑھنے اور پہننے کے کپڑے، سونا، چاندی یا اس کی بنی ہوئی اشیا اور مختلف قسم کا تجارتی سامان وغیرہ مسلمان مجاہدین کے ہاتھ لگتا تھا۔ جن غزوات وسرایا میں مال غنیمت حاصل ہوا، ذیل میں ان میں سے اہم غزوات وسرایا اور ان میں حاصل ہونے والے غنائم کو نہایت اختصار

Marfat.com

کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش

یہ سریہ غزوہ بدر سے پہلے ۳۰ رمضان ۲ ھ قمری ۲۶ مارچ ۶۲۴ء بہ روز پیر قریش کے ایک تجارتی قافلے کو روکنے کے لئے بھیجا گیا۔ قافلے کے اونٹوں پر زیتون کا تیل، کشمش اور چمڑے وغیرہ پر مشتمل سامان تجارت لدا ہوا تھا۔ اہل قافلہ مسلمانوں کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کے تمام مال پر قبضہ کر لیا۔ آپ ﷺ نے تمام مال حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں میں تقسیم فرما دیا۔

غزوہ بدر

یہ غزوہ ۱۷ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری ۱۱ مئی ۶۲۴ء بہ روز جمعہ ہوا۔ اس میں مشرکین کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ مال غنیمت میں ۱۵۰ اونٹ، دس گھوڑے، مختلف قسم کا سامان، ہتھیار، کپڑے، بے شمار کھالیں اور اون تھی جو مشرکین تجارت کے لئے ساتھ لائے تھے۔ آپ ﷺ نے بدر کا تمام مال غنیمت اہل بدر میں برابر برابر تقسیم فرما دیا۔ اس وقت تک بیت المال کے لئے مال غنیمت کا پانچواں حصہ نہیں لیا جاتا تھا۔

غزوۂ بنی قینقاع

یہ غزوہ ۱۵ محرم ۳ ھ ۷ جولائی ۶۲۴ء بہ روز ہفتہ ہوا۔ بنی قینقاع کے یہودی دوسرے یہودیوں کے مقابلے میں زیادہ مال دار اور جنگ جو تھے اس لئے ان کی جلاوطنی کے بعد ان کے مکانوں میں بے شمار ہتھیار ملے۔ آپ نے ان کے ہتھیاروں میں سے تین کمانیں کتوم، روحا اور بیضا، دو زرہیں سعدیہ اور فضہ اپنے لئے منتخب فرمائیں۔ اس کے علاوہ آپ نے تین نیزے اور تین تلواریں بھی اپنے لئے منتخب فرمائیں۔ (۱۰۵)

۱۰۵۔ شامی: ج ۴، ص ۱۸۰۔

Marfat.com

غزوۂ بدر کے بعد بنو قینقاع کا مال غنیمت وہ پہلا مال غنیمت تھا جس کا پانچواں حصہ آپ نے بیت المال میں جمع فرمایا۔ اور باقی چار حصے جنگ کے شرکا میں تقسیم فرما دیئے۔

سریہ زید بن حارثہ

یہ سریہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کو روکنے کے لئے جمادی الاخری ۳ھ /۱۶ نومبر ۶۲۴ء بہ روز اتوار قرد کی طرف بھیجا گیا جو ارض نجد میں ذات عرق کے نواح میں ربذہ اور غمرۃ کے درمیان تھا۔ زید بن حارثہ نے ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو نجد کے چشموں میں سے ایک چشمے پر جالیا۔ اہل قافلہ اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی اپنا تمام سامان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مال غنیمت کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے خمس کی مقدار ۲۰ ہزار درہم اور مجموعی مالیت تقریباً ایک لاکھ درہم تھی۔ (۱۰۶)

سریہ ابی سلمہ

۱۵۰ مہاجرین وانصار پر مشتمل یہ سریہ یکم محرم ۴ھ /۱۲ جون ۶۲۵ء بہ روز بدھ، خویلد کے بیٹوں طلیحہ اور سلمہ کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا جو اپنی قوم اور دیگر قبائل کو لے کر آپ ﷺ سے جنگ کے لئے نکلے تھے۔ وہ لوگ مسلمانوں کی خبر پا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے بہت سے اونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر ہر شخص کے حصے میں سات اونٹ اور بکریاں آئیں۔ (۱۰۷)

غزوۂ بنی نضیر

غزوۂ احد کے بعد یہ غزوہ ۱۲ جمادی الاخری ۴ ہجری/ ۱۹ نومبر ۶۲۵ء بہ روز منگل ہوا۔ آپ نے ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر یہود نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ

۱۰۶۔ ابن سعد: ج ۲، ص ۲۷

۱۰۷۔ ابن سعد: ج ۲، ص ۳۸

Marfat.com

اسلحہ کے علاوہ ایک اونٹ پر جتنا سامان لاد سکتے ہیں لے جائیں اور اپنے گھروں سے نکل جائیں۔ ان کے جانے کے بعد ۵۰ زرہیں، ۵۰ خود اور ۳۴۰ تلواریں اور گھریلو سامان مسلمانوں کو ملا۔ (۱۰۸)

اس کے علاوہ ان کی زرعی زمینیں اور باغات بھی حاصل ہوئے۔ یہ سب مال فئے تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو بیت المال کی ملکیت قرار دے کر اس کو اپنے انتظام میں رکھا۔ آپ اس میں سے سال بھر کا خرچ نکال کر اپنے گھر والوں کو دیتے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ بچ جاتا اس کو آپ اپنے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ فرماتے۔

غزوۂ بنو قریظہ

اس کے بعد ذی قعدہ ۵ ہجری / مارچ ۶۲۷ء میں بنو قریظہ کا علاقہ اور ان کا مال واسباب کسی جنگ وقتال کے بغیر آپ کو حاصل ہوئے تھے، ان کی آمدنی بھی ان ہی مصارف پر خرچ ہوتی تھی جو بنو نضیر کے باغات اور اراضی کے تھے۔

خیبر کی پیداوار میں ازواج کا حصہ

ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے (یہودیوں سے) وہاں کی (زمین میں) جو پھل کھیتی وغیرہ پیدا ہو اس کے نصف پر معاملہ کیا تھا۔ آپ اس میں سے اپنی ازواج کو سو وسق دیتے تھے جس میں ۸۰ وسق کھجور اور بیس وسق جو ہوتے تھے۔ (۱۰۹)

غزوۂ مریسیع یا بنی مصطلق

یہ غزوہ ۲ شعبان ۵ ہجری / ۲۷ نومبر ۶۲۶ء بروز ہفتہ ہوا۔ کفار کو شکست ہوئی۔

۱۰۸۔ شامی: ج ۴، ص ۳۲۴

۱۰۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۸۷، رقم ۲۳۲۸

Marfat.com

دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ۔(۱۱۰)

غزوۂ خیبر

فتح خیبر کے نتیجے میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری/ ستمبر ۶۲۸ء میں غزوۂ خیبر کے موقع پر سب سے زیادہ غلہ اور چربی قلعہ صعب سے ملیں، اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں اس کثرت سے ملیں کہ مسلمان سوچ بھی نہیں سکتے تھے ۔ جو، گھی، کھجور، شہد، زیتون کا تیل بھی بڑی افراط سے ملے ۔

۲۔ قلعہ سموان سے بہت سا مال و اسباب، بکریاں، بھیڑیں اور غلہ ملا ۔

۳۔ قلعہ قموص سے مال غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی ہاتھ آئے ۔

۴۔ وطیح وسلالم کے قلعوں سے ۱۰۰ زرہیں، چار سو تلواریں، پانچ سو عربی کمانیں مع تیر دانوں کے ہاتھ آئیں ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ خیبر میں صرف شق، نطاۃ اور کتیبہ کے قلعوں سے ملنے والے مال کی تقسیم ہوئی ۔ کتیبہ کے مال کا پانچواں حصہ آپ کے اقارب، یتامیٰ، مساکین، مسافر، ازواج مطہرات اور ان لوگوں کے لئے تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اہل فدک کے درمیان مراسلت اور پیغام رسانی کی خدمت انجام دی تھی ۔ نطاۃ اور شق کے قلعوں سے ملنے والا مال صرف مجاہدین کے حصے میں آیا ۔ اس مال میں سے پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دیئے گئے ۔ اس مال میں آپ کا حصہ بھی ایک مجاہد کے برابر تھا ۔(۱۱۱)

وادی القراء کی فتح

یہ فتح جمادی الاولیٰ/ جمادی الاخری ۷ ہجری/ اکتوبر ۶۲۸ء میں ہوئی ۔ اس میں

۱۱۰۔ شامی: ج ۴، ص ۳۴۶

۱۱۱۔ مظہری: ج ۹، ص ۳۱

Marfat.com

بہت سا مال واسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ آپ نے تمام مال مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔

غزوۂ حنین

یہ غزوہ ربیع الاول ۹ ہجری/ جون ۶۳۰ء میں ہوا۔ اس میں دشمن کے ستر آدمی مارے گئے، ۶ ہزار قید ہوئے، بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس میں ۲۴ ہزار اونٹ اور ۴۰ ہزار بکریاں اور چار اوقیہ چاندی شامل تھی۔

مخیریق کا ہدیہ

یہ بنی قینقاع کے امیر ترین آدمی تھے۔ توریت کے بڑے عالم اور آپ ﷺ سے نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے سات باغ تھے۔ غزوہ احد میں آپ کی مدد کے لئے شریک ہوئے اور وصیت کی کہ اگر وہ قتل ہو جائے تو اس کے اموال (ساتوں باغ) آپ ﷺ کی ملکیت ہوں گے۔ پھر وہ اسی غزوے (احد) میں قتل ہو گئے اور آپ ﷺ نے ان کے باغات کو اپنے قبضے میں لے کر مسلمانوں کی فلاح کے لئے وقف فرما دیا۔ (۱۱۲)

معاشی تنگی کی روایتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت آپ کی زندگی میں کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے۔ (۱۱۳)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ وفات ہو گئی۔ (۱۱۴)

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا:

۱۱۲۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۳۸۸، ۳۹۰

۱۱۳۔ ترمذی: ج ۴، ص ۱۵۹، رقم ۲۳۶۵

۱۱۴۔ ترمذی: ج ۴، ص ۱۵۹، رقم ۲۳۶۴

Marfat.com

ما اشبع من طعام فاشاء ان ابکی الا بکیت قال قلت لم؟
قالت اذکر الحال التی فارق علیها رسول اللّٰہ ﷺ الدنیا،
واللّٰہ ماشبع من خبز ولحم مرتین فی یوم (۱۱۵)

میں اگر کوئی کھانا سیر ہو کر کھاتی ہوں تو مجھے رونا آجاتا ہے اور پھر میں روتی ہوں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ تو انہوں نے فرمایا مجھے آپ ﷺ کی دنیا سے رحلت یاد آجاتی ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کبھی ایک دن میں روٹی اور گوشت سے دو مرتبہ سیر نہیں ہوئے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اکثر صبح کے وقت آپ ازواج مطہرات سے پوچھتے کہ آج کھانے کے لئے کچھ ہے؟ جب نفی میں جواب ملتا تو آپ فرماتے کہ اچھا میں نے روزہ رکھ لیا ہے۔ (۱۱۶)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آل محمد پر ایک مہینہ گزر جاتا اور آپ کے گھروں میں سے کسی گھر سے دھواں نہ نکلتا۔ ابوسلمہ نے کہا کہ پھر کیا کھاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ کھجور اور پانی۔ البتہ ہمارے ہم سائے انصار تھے ان کے گھروں میں بکریاں پلی ہوئی تھیں۔ وہ آپ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ (۱۱۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کل کے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ (۱۱۸)

ان روایتوں سے عام تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ خوش حالی اور فراخ دستی کی جگہ آپ کو ہمیشہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا سامنا رہا۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، جیسا کہ اب تک کی گفت گو سے واضح ہے۔ دراصل ان روایتوں میں یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کے اہل خانہ نے مسلسل جو

۱۱۵۔ ترمذی: ج ۴، ص ۱۵۹، رقم ۲۳۶۳

۱۱۶۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۴۶

۱۱۷۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۶۸۲، رقم ۴۱۴۵۔

۱۱۸۔ ترمذی: ج ۴، ص ۱۶۰، رقم ۲۳۶۹

Marfat.com

اور گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔ البتہ کھجور، دودھ، گوشت، گھی، سرکہ وغیرہ اشیا خورد ونوش آپ کے گھر میں بھی ہوتی تھیں اور مہاجرین وانصار بھی یہ اشیا آپ کو ہدیتاً بھیجتے رہتے تھے۔ اس لئے خوراک کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ پہننے، اوڑھنے اور بچھانے کے کپڑے بھی ہدیتاً آتے رہتے تھے۔ لہٰذا آپ کے بارے میں تنگ دستی اور فاقہ کشی کا تاثر صحیح نہیں۔

آپ ﷺ کا فقر و تنگ دستی

البتہ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کسی قسم کی معاشی تنگی یا معاشی بدحالی کا سامنا نہیں رہا تھا۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ووجدك عائلا فاغنى (۱۱۹)

اور آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔

زمخشری اور قرطبی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ کے مال کے ذریعے یا مال غنیمت کے ذریعے غنی بنا دیا۔ (۱۲۰)

آیت میں عائل کے معنی مفتقر اور فقیر کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کے پاس ضرورت کی کوئی چیز نہ تھی تو آپ کو تجارت کے نفع کے ذریعے غنی کر دیا، پھر اسلامی فتوحات کے ذریعے آپ کو کثرت سے مال غنیمت اور مال فئے حاصل ہوئے تو اللہ نے آپ کو دنیاوی مال و متاع کے ذریعے دنیاوی ضرورتوں سے بے پروا کر دیا۔

دوسری جانب مدنی زندگی میں بھی فاقوں اور ہفتوں چولہا نہ جلنے کی جو روایات آتی ہیں، ان کا بھی اس سے تعلق نہیں، کیوں کہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر اختیاری تھا۔ اس سلسلے کی چند روایتیں یہ ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

اللّٰھم احیینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ

۱۱۹۔ الضحیٰ ۸

۱۲۰۔ زمخشری۔ تفسیر کشاف۔ دار الکتاب العربی، بیروت: ج ۴، ص ۷۶۸۔ قرطبی۔ تفسیر جامعہ الاحکام القرآن۔ مکتبہ العصریہ، بیروت: ج ۱۰، ص ۲۰۶

Marfat.com

المساکین یوم القیٰمۃ (۱۲۱)

اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور قیامت کے روز مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔

ابوامامہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

عرض علی ربی لیجعل بطحاء مکۃ ذھبا قلت لا یارب ولکن اشبع یوما واجوع یوما، فاذا جعت تضرعت الیک وذکرتک فاذا شبعت شکرتک وحمدتک (۱۲۲)

مجھے میرے رب نے پیش کش کی کہ (اگر میں چاہوں تو) میرے لئے پورے بطحائے مکہ کو سونے کا بنا دیا جائے مگر میں نے کہا نہیں میرے رب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن میں سیر ہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ (آپ نے یہ بات تین بار فرمائی) اور جب بھوک لگے تو تیرے سامنے تضرع کروں اور تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوں تو تیرا شکرادا کروں اور تیری حمد کروں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور نہ اس حالت کی کبھی کسی سے شکایت کی، نہ کسی کو بتایا۔ آپ کو فاقے کرنا غنا سے زیادہ پسند تھا۔ ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کی پوری رات بھوک کی وجہ سے کروٹیں بدلتے ہوئے گزرتی لیکن پھر بھی اگلے روز روزہ رکھنا نہ چھوڑتے۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے زمین کے خزانے اور پھل وغیرہ مانگتے تو آپ کو دے دیئے جاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کی حالت دیکھ کر رو پڑتی تھی، میں آپ کے شکم مبارک پر اپنا ہاتھ پھیرتی اور کہتی کہ میری جان آپ پر قربان آپ صرف اتنا ہی مال قبول فرما لیتے جو آپ کی جسمانی قوت کو بحال رکھ سکے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ مجھے دنیاوی مال و دولت سے

۱۲۱۔ ترمذی: ج ۴، ص ۱۵، رقم ۲۳۵۹

۱۲۲۔ ترمذی: ج ۴، ص ۱۵۵، رقم ۲۳۵۴

Marfat.com

کیا غرض، میرے الوالعزم بھائیوں (انبیا) نے سخت سخت حالات میں بھی صبر کیا اور اسی حالت میں وہ اپنے رب کے پاس جا پہنچے جہاں انہیں اپنے اعمال کے بدلے میں پورا اعزاز واکرام ملا۔ مجھے اس امر سے شرم آتی ہے کہ میں دنیاوی عیش میں پڑ کر ان سے کم رہ جاؤں۔ میرے نزدیک سب سے اچھی بات اپنے بھائیوں (انبیائے کرام) سے ملنا ہے۔ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ (١٢٣)

آپ ﷺ کی سخاوت

یہاں مناسب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا بھی اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے، کیوں کہ یہ سخاوت خود آپ ﷺ کے غنی ہونے کی دلیل ہے، خرچ وہی کر سکتا ہے، جو مال رکھتا ہو۔

آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور فیاض تھے۔ سخاوت میں کوئی آپ کی برابری نہیں کر سکتا تھا خواہ وہ کتنا ہی سخی، فیاض اور مال دار کیوں نہ ہو۔ محمد احمد جاد المولی بک رقم طراز ہیں:

> وكان جوده ﷺ كله لله، وفى ابتغاء مرضاته تعالىٰ، فانه كان يبذل المال تارة لفقير او محتاج، وتارة ينفقه فى سبيل الله سبحانه، وتارة يتالف به على الاسلام من يقوى به الاسلام وكان يؤثر على نفسه واولاده فيعطى عطاء يعجز عنه الملوك مثل كسرى وقيصر ويعيش فى نفسه عيش الفقراء فياتى عليه الشهر والشهران لايوقد فى بيته نار وربما ربط الحجر على بطنه الشريف من الجوع (١٢٤)

آپ ﷺ کی سخاوت تمام کی تمام اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے لئے ہوتی تھی۔ بلا شبہ کبھی آپ فقیر ومحتاج کو دینے میں خرچ کرتے تھے

١٢٣۔ قاضی عیاض۔ الشفا: ج ١، ص ٨٣، ٨٤

١٢٤۔ محمد جاد بک۔ محمد المثل الکامل: ص ٢٥

Marfat.com

اور کبھی آپ اللہ سبحانہ کے راستے میں خرچ کرتے اور کبھی آپ ان لوگوں کی تالیف قلب میں خرچ کرتے جن سے اسلام کو تقویت پہنچتی تھی۔ آپ اپنی ذات اور اولاد پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ کسریٰ وقیصر جیسے بادشاہ بھی آپ کی سخاوت وفیاضی کے سامنے عاجز و بے بس تھے۔ آپ پر کبھی پورا ایک مہینہ اور کبھی دو مہینے ایسے گزرتے کہ آپ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی (چولھا نہیں جلتا تھا) اکثر آپ بھوک کی وجہ سے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ اجود الناس وكان اجود مايكون فى رمضان حين يلقاه جبريل وكان يلقاه فى كل ليلة من رمضان فيد ارسه القرآن فلرسول الله ﷺ اجود بالخير من الريح المرسلة (١٢٥)

رسول اللہ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں تو آپ اور بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے جب جبریل امین آپ سے ملتے۔ اور جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ ان دنوں میں خیر کے معاملے میں آپ بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاضی فرماتے تھے۔

حضرت علیؓ کی ایک طویل روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں:

كان اجود الناس كفا (١٢٦)

آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ ہاتھ کے سخی تھے۔

حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

١٢٥۔ بخاری: ج ١، ص ٧، رقم ٦

١٢٦۔ ترمذی: ج ٢، ص ٣٦٤، رقم ٣٦٥٨

Marfat.com

انما انا قاسم و الله یعطی (۱۲۷)

اور میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا تو اللہ ہی فرماتا ہے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:

کنت امشی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حرۃ المدینۃ فاستقبلنا احد فقال یا اباذر! قلت لبیك یا رسول اللہ قال مایسرنی ان عندی مثل احد ھذا ذھبا تمضی علی ثلاثۃ وعندی منہ دینار الاشئی ارصدہ لدین (۱۲۸)

میں مدینے کے ایک پتھریلے علاقے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا، جب ہم احد پہاڑ پہنچے تو آپ نے فرمایا اے ابو ذر! میں نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی بھی میرے پاس رہ جائے مگر یہ کہ کسی قرض کی ادائیگی کے لئے رکھوں۔

آپ ﷺ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کرتا تو آپ اس کے سوال کو رونہ فرماتے تھے بل کہ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے تھے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں:

ماسئل النبی ﷺ عن شئی قط فقال لا (۱۲۹)

آپ ﷺ نے تمام عمر کبھی کسی کے سوال پر نہیں کا لفظ نہیں فرمایا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کسی کی کوئی چیز خرید فرماتے اور قیمت ادا کرنے کے بعد وہ چیز بھی اسی کو عطیے کے طور پر عنایت فرما دیتے، چناں چہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت

۱۲۷۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۰۵، رقم ۱۰۳۷

۱۲۸۔ بخاری: ج ۴، ص ۱۹۷، رقم ۶۴۴۴۔ ج ۲، ص ۹۵، رقم ۲۳۸۸، ۲۳۸۹

۱۲۹۔ بخاری: ج ۴، ص ۹۴، رقم ۶۰۳۴

Marfat.com

عمرؓ سے ایک اونٹ خرید ا اور پھر اسی وقت عبد اللہ بن عمر (حضرت عمر کے صاحب زادے) کو بہ طور عطیہ عنایت فرمادیا۔ یہ واقعہ گزشتہ سطور میں تفصیلات کے ساتھ گزر چکا ہے۔ (١٣٠)

حضرت جابر کی روایت میں بھی اسی قسم کا معاملہ مذکور ہے، وہ کہتے ہیں:

كنت مع النبى صلى الله عليه وسلم فى غزاة فابطأبى جملى وأعيا فاتى على النبى صلى الله عليه وسلم،فقال جابر، فقلت نعم، قال ما شانك قلت ابطاعلى جملى واعيا فتخلفت، فنزل يحجنه بمحجنه ثم قال اركب فركبت فلقد رايته اكفه عن رسول الله ﷺ ... قال اما انك قادم فاذا قدمت فالكيس الكيس ثم قال اتبيع جملك؟ قلت نعم، فاشتراه منى باوقية ثم قدم رسول الله ﷺ قبلى وقدمت بالغداة فجئنا الى المسجد فوجدته على باب المسجد قال الآن قدمت؟ قلت نعم قال فدع جملك فادخل فصل ركعتين، فد خلت، فصليت، فامر بلالا ان يزن له اوقية، فوزن لى بلال فارجح فى الميزان فانطلقت حتى وليت فقال ادع لى جابرا، قلت الآن يرد على الجمل، ولم يكن شئى ابغض الى منه قال خذ جملك ولك ثمنه(١٣١)

ایک غزوے میں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرا اونٹ تھک کر سست پڑ گیا اس لئے میں پیچھے رہ گیا، پھر آپ اترے اور میرے اونٹ کو اپنی چھڑی سے کچو کے لگائے اور فرمایا اب سوار ہو جاؤ، چناں چہ میں سوار ہو گیا، اب (اونٹ کا) یہ حال ہو گیا کہ

١٣٠۔ بخاری: ج ٢، ص ٢١، رقم ٢١١٥

١٣١۔ بخاری: ج ٢، ص ١٧، رقم ٢٠٩٧

Marfat.com

مجھے اسے رسول ﷺ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑتا تھا...... پھر آپ نے فرمایا اچھا اب تم پہنچنے والے ہو اس لئے جب پہنچ جاؤ تو خوب سمجھ سے کام لینا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا اونٹ بیچو گے، میں نے کہا جی ہاں، چناں چہ آپ نے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی (مدینہ) پہنچ گئے تھے اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا، پھر ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا ابھی آرہے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لو، میں اندر گیا اور نماز پڑھی، اس کے بعد آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ میرے لئے ایک اوقیہ چاندی تول دیں، انہوں نے ایک اوقیہ چاندی تول دی اور پلڑا بھاری رکھا (یعنی جھکتی ہوئی تولی) میں لے کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ جابر کو ذرا بلاؤ۔ میں نے سوچا کہ اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کر دیں گے حالاں کہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لئے اور کوئی چیز نہیں تھی۔ چناں چہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ یہ اپنا اونٹ لو اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

ایک دفعہ خلاف معمول عصر کی نماز کے بعد فوراً آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور پھر فوراً ہی واپس تشریف لے آئے صحابہ کو تعجب ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے اس لئے گھر جا کر اس کو خیرات کرنے کو کہہ کر آیا ہوں، چناں چہ حضرت عقبہ بن الحرث کی روایت میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم العصر، فلما سلم قام سریعا دخل علی بعض نسائہ ثم خرج ورای مافی وجوہ القوم من تعجبھم لسرعتہ فقال ذکرت وانا فی الصلوٰۃ تبرا عندنا فکرھت ان یمسی اویبیت عندنا

Marfat.com

فامرت بقسمته (۱۳۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ تیزی سے کھڑے ہوئے اور اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہو گئے، پھر آپ نکلے تو آپ نے سرعت سے جانے پر قوم کو متعجب پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے۔ مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ شام ہو جائے یا رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہ جائے۔ اس لئے اس کو خیرات کر دینے کا کہہ آیا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے سوال پر دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا بکریوں کا ریوڑ اس کو عنایت فرمایا۔ حضرت انسؓ نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

ان رجل سأل النبی صلی الله علیه وسلم غنما بین جبلین فاعطاه اياه فاتی قومه فقال ای قوم! اسلموا فو الله! ان محمدا لیعطی عطاء مایخاف الفقر (۱۳۳)

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ انے وہ سب اس کو عطا فرما دیں۔ پھر اس نے اپنے قبیلے میں جا کر اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا اے میری قوم! تم اسلام قبول کرلو، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان ناسا من الانصار سئالوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاعطاهم ثم سئالوه فاعطاهم حتی نفد ما عنده فقال

۱۳۲۔ بخاری: ج ا، ص ۲۹۶، رقم ۱۲۲۱

۱۳۳۔ مسلم: ج ۴، ص ۳۶، رقم ۲۳۱۲

Marfat.com

مایکون عندی من خیر فلن ادخرہ عنکم ومن یستعفف یعفہ اللہ ومن یستغن یغنہ اللہ ومن یتصبر یصبرہ اللہ وما اعطی احد عطاء خیرا واوسع من الصبر (۱۳۴)

انصار کے بعض لوگوں نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے ان کو عطا فرمادیا انہوں نے پھر مانگا تو آپ نے پھر عطا فرمادیا یہاں تک کہ جو آپ کے پاس تھا وہ ختم ہوگیا، پھر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی اچھی چیز ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ بھی اسے (سوالوں سے) محفوظ رکھتا ہے اور جو بے نیازی اختیار کرتا ہے تو اللہ بھی اسے بے نیاز بنادیتا ہے اور جو شخص صبر کرتا ہے تو اللہ بھی اسے (صبر پر) استقامت دیتا ہے اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع نعمت نہیں ملی۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں:

دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساھم الوجہ قالت فحسبت ان ذلك من وجع فقلت یا بنی اللہ مالك ساھم الوجہ؟ قال من اجل الدنانیر السبعة التی اتتنا امس، امسینا وھی فی خصم الفراش (۱۳۵)

ایک دفعہ آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو چہرہ متغیر تھا، وہ کہتی ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ تکلیف کی وجہ سے ہے سو میں نے کہا اے اللہ کے نبی آپ کا چہرۂ انور متغیر کیوں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل جو سات دینار آئے تھے، شام ہوگئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے۔

اس طرح ایک روایت میں آیا ہے:

۱۳۴۔ بخاری: ج۱،ص ۱۶۱، رقم ۱۴۶۹

۱۳۵۔ احمد: ج۷،ص ۴۱۷، رقم ۲۵۹۷۵ن

Marfat.com

جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم یسأله، فقال، اجلس سیرزقك الله، ثم جاء آخر ثم آخر فقال لهم، اجلسوا فجاء رجل باربع اواق فاعطاها ایاه وقال یا رسول الله ان هذه صدقة، فدعا الاول فاعطاه اوقیة ثم دعا الثانی فاعطاه اوقیة، ثم دعا الثالث فاعطاه اوقیة، وبقیت معه صلی الله علیه وسلم اوقیة واحدة فعرض بها للقوم، فما قام احد فلما کان اللیل وضعها تحت رأسه وفراشه عباء ة فجعل لا یاخذه النوم، فیرجع فیصلی فقالت له العائشة رضوان الله علیها یا رسول الله! هل بك شئی؟ قال لا قالت فجاء ك امر من لله؟ قال لا قالت انك صنعت منذ اللیلة شیئا لم تکن تفعله، فاجرها وقال هذه التی فعلت بی ماترین، انی خشیت ان یحدث امر من امر الله ولم امضها(۱۳۶)

ایک شخص نے آپ کے پاس آکر سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، جلد اللہ تجھے رزق دے گا، پھر ایک اور سائل آیا اور اس کے بعد ایک اور آیا، آپ نے دونوں سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر ایک شخص چار اوقیہ لے کر آیا اور آپ کو پیش کر کے عرض کیا یہ صدقہ ہے۔ پھر آپ نے پہلے شخص کو بلا کر اس کو ایک اوقیہ عطا فرما دیا۔ پھر دوسرے کو بھی بلا کر ایک اوقیہ عطا فرما دیا، پھر آپ نے تیسرے کو بلایا اور اس کو بھی ایک اوقیہ عطا فرما دیا، آپ کے پاس ایک اوقیہ باقی رہ گیا، پھر آپ ﷺ نے وہ لوگوں کے سامنے رکھا مگر کوئی بھی (لینے کے لئے) کھڑا نہ ہوا، پھر جب رات ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور آپ کا بچھونا ایک عبا تھی۔ پھر آپ کو نیند نہیں آئی تو آپ نماز پڑھنے لگے۔

۱۳۶۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم المثل الکامل: ص ۲۴

Marfat.com

حضرت عائشہؓ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی معاملہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، کیا اللہ کی طرف سے کوئی امر پیش آیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، عائشہؓ نے عرض کی رات سے آپ کی ایسی حالت ہے جو عام طور پر نہیں ہوتی۔ پھر آپ ﷺ نے وہ اوقیہ نکال کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اس کا سبب یہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کا حکم (موت) آجائے اور میں اس کو نہ دے سکوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس وقت آپ کے پاس کچھ مال ومتاع ہوتا تو آپ اس میں سے اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے ورنہ وعدہ فرمالیتے۔ اسی لئے لوگ اس قدر دلیر ہو گئے تھے کہ وقت کا لحاظ کئے بغیر عین نماز کے وقت بھی آپ سے اپنی حاجت پوری کرنے کا مطالبہ کرتے اور آپ ان کی حاجت پوری فرماتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اقیمت الصلاۃ فعرض للنبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل فحبسہ بعد ما اقیمت الصلاۃ (۱۳۷)

عین نماز عصر کھڑی ہونے کے وقت ایک شخص نے آپ کو روک کر کہا کہ میری کچھ حاجت ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں بھول نہ جاؤں۔ لہٰذا اسے پورا کریں، آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت پوری کر کے آئے تب نماز پڑھائی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے:

حمل الیہ تسعون الف درھم فوضعا علی حصیر، ثم قام الیھا فقسمھا فما رد سائلا حتی فرغ منھا، وجاء رجل فسائلہ فقال ما عندی شئی ولکن ابتع علی، فاذا جاء نا شئی قضیناہ، فقال عمر یا رسول اللہ ماکلفک اللہ مالا تقدر

۱۳۷۔ بخاری: ج۱ص ۱۵۷، رقم ۶۴۳

Marfat.com

علیه، فکره النبی صلی الله علیه وسلم ذلك فقال رجل انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا، فتبسم النبی صلی الله علیه وسلم وظهرا السرور فی وجهه (۱۳۸)

آپ ﷺ کے پاس نوے ہزار درہم آئے جو آپ نے ایک چٹائی پر رکھ دیئے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر ان کو تقسیم کرنا شروع کیا تو آپ نے کسی سائل کو (خالی) واپس نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ سب تقسیم ہو گئے، پھر ایک شخص نے آکر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم ادھار لے لو جب ہمارے پاس کوئی چیز آئے گی تو ہم اس کو ادا کر دیں گے، پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ نے آپ کو اس کا مکلّف نہیں کیا جس پر آپ کو قدرت نہ ہو آپ ﷺ نے (حضرت عمرؓ کی) اس بات کو ناپسند فرمایا۔ پھر اس شخص (سائل) نے کہا آپ خرچ کرتے رہیئے اور عرش والے کی طرف سے کمی کا خوف نہ کیجئے۔ اس پر آپ مسکرائے اور خوشی آپ کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

ایک بار بحرین سے خراج آیا جو لاکھوں درہم پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو مسجد کے صحن میں ڈالوا دیا اور اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں:

اتی النبی صلی الله علیه وسلم بمال من البحرین فقال انثروه فی المسجد وکان اکثر مال اتی به رسول الله صلی الله علیه وسلم فخرج رسول الله ﷺ الی الصلاة ولم یلتفت الیه، فلما قضی الصلاة جاء فجلس الیه فما کان یری احدا الا اعطاه فما قام رسول الله ﷺ وثم منها درهم (۱۳۹)

۱۳۸۔ بخاری: ج ۱ ص ۱۵۷، رقم ۲۴۳

۱۳۹۔ بخاری: ج ۱ ص ۱۰۸، رقم ۴۲۱

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے خراج کا مال آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے مسجد میں رکھ دو، یہ ان تمام اموال سے زیادہ تھا جو اب تک آپ کی خدمت میں آچکے تھے۔ (یہ لاکھوں درہم پر مشتمل تھا) پھر آپ نماز کے لئے نکلے اور اس مال کی طرف نظر بھی نہیں کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ اس مال کی جگہ تشریف لائے اور اس کو تقسیم کرنا شروع کیا۔ جو بھی سامنے آتا گیا اسے دیتے گئے۔ آپ اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھے جب تک ایک درہم بھی باقی رہا۔ (جب سب ختم ہو گیا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے)

اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انه بینما هو یسیر مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ومعه الناس مقفله من حنین فعلقه الناس یسئلونه حتی اضطروه الی سمرة فخطفت رداء ہ فوقف النبی صلی الله علیه وسلم فقال اعطونی ردائی لوکان لی عدد هذه العضاء نعما لقسمته بینکم ثم لاتجدونی بخیلا وکذوبا ولا جبانا(۱۴۰)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے۔ آپ وادئ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ بدو لوگ آپ کو لپٹ گئے اور سوال کرنے لگے کہ ہمیں بھی کچھ دو، بالآخر آپ مجبوراً ببول کے ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے (جہاں آپ کی چادر ببول کے کانٹے میں الجھ گئی)۔ ان لوگوں نے آپ کی چادر کھینچ لی۔ آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس اس

۱۴۰۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۲۹، رقم ۲۸۲۱

Marfat.com

درخت کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ بکریاں ہوتے تو میں تم سب میں تقسیم کر دیتا اور پھر تم مجھے بخیل نہ پاتے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب تک رقم آپ کے پاس موجود ہوتی تھی آپ گھر میں آرام نہیں فرماتے تھے، ایک مرتبہ رئیس فدک نے چار اونٹوں پر مشتمل غلہ بھیجا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو قرض لے کر آپ کے اخراجات کا بندوبست کرتے تھے، اس وقت ایک یہودی کے مقروض تھے انھوں نے یہ غلہ بیچ کر یہودی کا قرض ادا کیا، حضرت بلالؓ فرماتے ہیں:

انطلقت حتی اتیته فاذا اربع رکائب مناخات علیهن احمالهن، فاستاذ نت فقال لي رسول الله صلی الله علیه وسلم ابشر فقد جاء ك الله تعالیٰ بقضائك ثم قال الم تر الرّ کائب المناخات الاربع؟ فقلت بلیٰ فقال ان لك رقابهن وما علیهن، فان علیهن کسوة وطعاما اهدا اهن الی عظیم فدك فاقبض هن واقض دینك ففعلت، ثم انطلقت الی المسجد فاذا رسول الله صلی الله علیه وسلم قاعد فی المسجد فسلمت علیه فقال مافعل ماقبلك؟ قلت قد قضی الله تعالیٰ کل شئی کان علی رسول الله ﷺ فلم یبق شئی، قال افضل شئی؟ قلت نعم، قال انظر ان تریحنی عنه فانی لست بداخل علی احد من اهلی حتی تریحنی منه، فلما صلی رسول الله ﷺ العتمة دعانی فقال مافعل الذی قبلك، قال قلت هم معی، لم یاتنا احد، فبات رسول الله ﷺ فی المسجد حتی اذا صلی العتمة یعنی من الغد، دعانی قال مافعل الذی قبلك؟ قال قلت قد اراحك الله منه یا رسول الله، فکبر وحمد الله شفقا من ان یدرکه الموت وعنده ذلك (۱۴۱)

۱۴۱۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۱۰۸، رقم ۳۰۵۵

Marfat.com

میں آپ کے پاس آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چار جانور لدے ہوئے بیٹھے ہیں، تو میں نے آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اے بلالؓ اللہ نے تیرے قرض کو ادا کرنے کے لئے مال بھیجا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ کیا تو نے لدے ہوئے وہ چار جانور نہیں دیکھے میں نے عرض کیا ہاں دیکھے ہیں، آپ نے فرمایا وہ جانور بھی تم لے لو اور جو اسباب ان پر لدا ہوا ہے وہ بھی لے لو، ان پر کپڑا اور غلہ لدا ہوا ہے جو فدک کے رئیس نے بھیجا ہے، تم ان کو لے لو اور اپنا قرض ادا کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا، پھر میں مسجد میں آیا دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس مال سے تجھے کیا فائدہ ہوا، میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے سب قرض ادا کرا دیا جو اس کے رسول پر تھا، کچھ بھی باقی نہیں رہا، آپ ﷺ نے فرمایا اس مال میں سے کچھ بچا ہے، میں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا جو بچا ہے اسے جلد خرچ کر دو، میں اس وقت تک اپنے گھر میں نہیں جاؤں گا جب تک تو مجھے اس مال سے بےفکر نہیں کرے گا۔ پھر آپ ﷺ نے عشا کی نماز پڑھ کر مجھے بلایا اور فرمایا کیا ہوا اس مال کا جو تمہارے پاس بچا ہوا تھا، میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے، میرے پاس کوئی نہیں آیا جس کو میں مال دیتا، پھر رات کو آپ مسجد میں رہے اور دوسرے روز عشا کی نماز سے فارغ ہو کر مجھے بلا کر فرمایا کہ اس مال کو کا کیا ہوا جو تمہارے پاس بچا ہوا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ نے آپ کو اس مال سے بےفکر کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے تکبیر کہی اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور اس کی تعریف کی کہ اس نے مال سے نجات دی۔ آپ کو اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں آپ کو موت

Marfat.com

آجائے اور وہ مال آپ کے پاس پڑا رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرط سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کوئی چیز ذخیرہ نہیں فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی چیز ذخیرہ نہیں رہتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کے پاس کچھ کھجوریں دیکھیں تو ان سے دریافت فرمایا، حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کچھ ذخیرہ کر رہا ہوں، تاکہ کسی برے وقت کام آسکے آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس کا خوف نہیں کہ یہ جہنم کا ٹکڑا بھی ثابت ہوسکتا ہے؟ پھر فرمایا کہ اے بلالؓ خرچ کر اور تنگی کا خوف مت کر۔ (۱۴۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی اور سخاوت و فیاضی سے لوگ اس قدر جری ہو گئے تھے کہ سختی اور درشتی کے ساتھ بھی پیش آتے تھے مگر آپ نہ صرف عفو و درگزر سے کام لیتے بلکہ انہیں ان کی امید سے زیادہ نواز دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

حدثنا یوما فقمنا حین قام فنظرنا الی اعرابی قد ادرکه فجبذه بردائه فحمر رقبته، قال ابو هریرةؓ وکان رداءً خشناً فالتفت فقال له الا عرابی احمل لی علی بعیری هذین فانك لاتحمل لی من مالك ولا من مال ابیك، فقال النبی صلی الله علیه وسلم! لاواستغفر الله، لا واستغفر الله لا احمل لك حتی تقیدنی من جبذتك التی جبذتنی، فكل ذلك یقول له الاعرابی والله لا اقیدكها: فذ كر الحدیث قال ثم دعا رجلا، فقال له احمل له علی بعیریه هذین، علی بعیر شعیرا وعلی الاخر تمرا ثم التفت الینا فقال انصرفوا علی بركة الله (۱۴۳)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک روز آپ نے ہم سے باتیں کیں پھر جب آپ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے۔

۱۴۲۔ ابن الجوزی۔ الوفا باحوال المصطفیٰ: ص ۴۴۲

۱۴۳۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۵۳، رقم ۴۷۷۵

Marfat.com

پھر ہم نے ایک اعرابی کو دیکھا جس نے آپ کو پکڑ کر آپ کی چادر مبارک گردن میں ڈال کر کھینچا جس سے آپ کی گردن سرخ ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ وہ چادر کھردری تھی۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا وہ کہنے لگا کہ میرے ان دونوں اونٹوں پر مال لادو کیوں کہ جو مال آپ ﷺ دیں گے وہ نہ آپ کا ہے اور نہ آپ کے باپ کا آپ (اس پر غصے تک نہیں ہوئے بل کہ) تین بار استغفار پڑھا اور فرمایا کہ میں تیرے اونٹوں کو نہ لادوں گا جب تک تو مجھے اس کھینچنے کا بدلہ نہ دے گا، ہر دفعہ اعرابی کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں آپ کو بدلہ نہ دوں گا۔ آپ انے ایک شخص کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کے دونوں اونٹ لاددو، ایک کو جو سے اور دوسرے کو کھجور سے پھر آپ نے ہماری طرف دیکھا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی برکت کے ساتھ رخصت ہو جاؤ۔

آپ ﷺ کا ایثار

سخاوت کی طرح ایثار بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غنی تھے، مال و دولت رکھتے تھے، ہاں آپ جمع نہیں فرماتے تھے، اس مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایثار کے بارے میں کچھ تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

ایثار جود وسخا ہی کا حصہ ہے لیکن ایثار کا درجہ بلند ہے۔ ایثار یہ ہے کہ انسان دوسرں کی ضرورتوں اور حاجتوں کو ذاتی ضرورتوں اور مفادات پر ترجیح دے، خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلائے، خود تنگی برداشت کرے اور دوسروں کو سہولت بہم پہنچائے۔

ایثار کا مفہوم بہت وسیع ہے اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی انقلاب برپا کرنے اور اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے بے حساب قربانیاں دیں اور اس عظیم کام کا کوئی بدلہ نہیں لیا، اس کے برعکس آپ نے اپنا سب

Marfat.com

کچھ لوگوں کی بھلائی اور بہتری میں صرف کر دیا، تاریخ ایسی بے غرضی اور بے لوثی کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اگر معاشی اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ ﷺ نے اسلامی انقلاب کے لئے اپنی کامیاب تجارت قربان کی، اس سے حاصل شدہ سرمایہ اپنے مشن پر نچھاور کیا، پھر جب اسلامی سلطنت قائم ہوگئی تو دولت کے انبار اپنے ہاتھوں سے تقسیم فرمائے، مگر اپنے گھر کے لئے فقر و فاقہ اور نہایت سادہ طریقے سے زندگی گزارنے کو پسند فرمایا، گھر والوں کے لئے کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا، کوئی جائداد نہیں بنائی اور نہ ان کے لئے کوئی مستقل موروثی عہدہ قائم کیا۔ نہ دربان اور خادم رکھے اور نہ کوئی ترجیحی حقوق حاصل کئے۔ آپ ﷺ کی آمدنی غربا و مساکین و مستحقین کے لئے وقف تھی۔

۳ ہجری میں بنو نضیر کے ایک صحابی مخریق رضی اللہ عنہ نے اپنے سات باغ وصیت میں آپ کے حوالے کر دیئے اور آپ نے ان میں سے بھی اپنے لئے کچھ نہیں رکھا اور تمام باغ وقف کر دیئے۔ ان کی تمام پیداوار اور آمدنی غربا و مساکین کے کام آتی تھی۔ (۱۴۴)

عن سهل بن سعد قال جاء ت امرأ ة الى النبى صلى الله عليه وسلم ببردة فقال سهل للقوم اتدرون ما البردة فقال القوم هى شملة، فقال سهل هى شملة منسوجة فيها حاشيتها، فقالت يا رسول الله اكسوك هذه فاخذها النبى صلى الله عليه وسلم محتاجاً اليها فلبسها فرآها عليه رجل من الصحابه فقال يا رسول الله ما احسن هذه فاكسنيها، فقال نعم فلما قام النبى ﷺ لامه اصحابه، قالوا ما احسنت حين رايت النبى صلى الله عليه وسلم اخذها محتاجا اليها ثم سالته اياها وقد عرفت انه لايسئل شيئاً فيمنعه فقال رجوت بركتها حين لبسها النبى ﷺ لعلى اكفن فيها (۱۴۵)

۱۴۴۔ الاصابہ: ترجمہ مُخیریق

۱۴۵۔ بخاری: ج ۲، ص ۹۵، رقم ۱۰۳۰

Marfat.com

حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بردہ لے کر آئیں پھر سہل نے موجود لوگوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ بردہ کیا ہے، لوگوں نے کہا کہ بردہ چادر کو کہتے ہیں، سہل نے کہا کہ یہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کے حاشیہ پر جھالر بنی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر اس خاتون نے عرض کی یا رسول اللہ! میں یہ چادر آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ نے وہ چادر قبول فرمالی جیسے آپ کو اس کی ضرورت ہو، پھر آپ نے اس کو پہن لیا۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے آپ کے بدن پر وہ چادر دیکھی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بڑی عمدہ چادر ہے، آپ مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں لے لو، جب آپ اٹھ کر تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہؓ نے اس کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا جب کہ تم نے دیکھ لیا تھا کہ آپ نے اسے اس طرح قبول کیا تھا کہ گویا آپ کو اس کی ضرورت ہے۔ پھر بھی تم نے اس کا سوال کیا، حال آں کہ تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی چیز آپ سے مانگی جاتی ہے تو آپ انکار نہیں کرتے۔ ان صحابیؓ نے کہا کہ میں تو صرف اس کی برکت کا امیدوار ہوں کہ آپ نے اسے زیب تن فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ میں اسی میں کفن دیا جاؤں گا۔

ایک صحابی کی شادی ہوئی تو دعوت ولیمہ کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو آٹا لانے کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا۔ وہ صحابی گئے اور جا کر لے آئے، حال آں کہ اس روز آپ کے ہاں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

اذهب الى عائشة فقل لها فلتبعث بالمكتل الذى فيه الطعام، قال فاتيتها فقلت لها ماامرنى به رسول الله ﷺ ،

Marfat.com

فقالت هذالمكتل فيه تسع آصع شعير ، لا واللّٰه ان اصبح لنا طعام غيره خذه فاخذته ، فاتيت به النبی ﷺ واخبرته بما قالت عائشة (۱۴۶)

عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ برتن دے دو جس میں کھانا ہے۔ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور ان سے وہ کہہ دیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کھجور کے اس ٹوکرے میں ۹ صاع جو کا آٹا ہے۔ خدا کی قسم اس کے سوا آج ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے، تم اس کو لے جاؤ: سو میں اس کے لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو وہ بات بتائی جو حضرت عائشہؓ نے کہی تھی۔

کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ ہوتا وہ ان کی ضیافت میں اٹھ جاتا اور خود اہل خانہ فاقے سے رہتے۔ ایک دفعہ قبیلہ غفار کا ایک شخص آکر آپ کے ہاں مہمان ہوا۔ گھر میں صرف بکری کا دودھ تھا۔ وہی مہمان کو دے دیا گیا۔

عن ابی بصرة الغفاری قال اتيت النبی ﷺ لما هاجرت وذلك قبل ان اسلم فحلب لی شويهة كان يحتلبها، فلما اصبحت اسلمت (۱۴۷)

ابی بصرہ الغفاری کہتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے میرے لئے اس بکری کا دودھ دوہا جس کو آپ دوہا کرتے تھے۔ پھر صبح کو میں اسلام لے آیا۔

اس سے ایک روز پہلے بھی آپ کے ہاں فاقہ تھا۔ کیا اس سے بڑھ کر ایثار کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

۱۴۶۔ احمد: ج ۴، ص ۶۵۸، رقم ۱۶۱۴۱

۱۴۷۔ احمد: ج ۷، ص ۵۴۴، رقم ۲۶۶۸۴

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و سخا اور فیاضی و ایثار کے بے شمار و بے حساب واقعات میں سے یہ چند واقعات بہ طور مثال بیان کئے گئے، ورنہ ایسے تمام واقعات کو بیان تو کیا شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی کامل اتباع اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا گفت گو کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت اشراف مکہ کے ایک نہایت ممتاز و معزز اور خوش حال خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد، دادا، پردادا سب، بل کہ آپ ﷺ خود بھی نہایت کام یاب تاجر تھے۔ آپ کے دادا اور پردادا کی سخاوت و فیاضی اور مہمان نوازی بے مثال تھی۔ دادا آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ لہٰذا عبدالمطلب کی وفات تک آپ ﷺ کو کسی قسم کی عسرت اور مالی تنگی کا سامنا نہ تھا۔ البتہ ابو طالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے اس لئے ممکن ہے ان کی کفالت کے ابتدائی برسوں میں آپ کو کسی قدر عسرت و تنگی کا سامنا رہا ہو، پھر جلد ہی آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارتی سفر شروع کر دیئے اور ان میں خرید و فروخت کا تعارف اور بنیادی معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے متعدد تجارتی سفر کئے اور متعدد لوگوں کے ساتھ تجارتی معاملات کر کے اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی ساکھ بھی بنائی۔ بعثت کے کئی سال بعد تک آپ نے اپنی تجارتی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ آپ کی پوری زندگی خوش معاملگی، دیانت، امانت اور صاف گوئی سے مزین ہے۔ ۵۳ سالہ مکی زندگی میں آپ کے ذرائع معاش یہ تھے: والدین کا ترکہ۔ دادا کی کفالت۔ چچا کی کفالت۔ بکریاں چرانے کی اجرت۔ تجارت

اس کے بعد نبوت کے چودھویں سال آپ ﷺ نے اپنا گھربار، مال و اسباب، سب کچھ چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ کے ہم راہ مدینے ہجرت فرمائی۔ مدینے میں آپ کو کوئی معاشی تنگی نہیں تھی۔ ابتدائی سات ماہ تک آپ ابوایوب انصاریؓ کے ہاں مقیم رہے۔

Marfat.com

ابوایوب انصاریؓ دونوں وقت آپ کی خدمت میں کھانا پیش کرتے اور جو کچھ کھانا بچ جاتا وہ ابوایوب اوران کی اہلیہ کھاتے۔اس کے ساتھ ہی دوسرے صحابہ کرام کے ہاں سے بھی باری باری کھانا آتا تھا۔کوئی روٹی گھی اور دودھ سے بنا ہوا ثرید لاتا تو کسی کے ہاں سے خاص قسم کا شوربہ آتا،کوئی کھجور گھی اور پنیر سے بنا ہوا حیس بھیجتا۔غرض مختلف دنوں میں مختلف قسم کی اشیا خوردونوش ہدیے میں آتیں۔آپ ﷺ ان میں سے اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق استعمال کرکے باقی ماندہ کھانا لانے والے کوواپس فرمادیتے۔

ہدیے بھیجنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام آپ ﷺ کو اپنے گھروں پر بھی مدعو کرتے تھے اور آپ خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف صحابہ سے ملاقات کے لئے ان کے گھروں پر تشریف لے جاتے۔اس وقت صاحب خانہ مقدور بھر آپ کی خدمت کرتا۔جس طرح صحابہ کرام آپ کو اپنے گھروں پر مدعو کرتے تھے،اسی طرح آپ بھی صحابہ کو اپنے گھر کھانے پر بلاتے تھے۔اس کے علاوہ بیاہ شادی کے مواقع پر بھی صحابہ کرام آپ کو اپنے گھروں پر اور آپ صحابہ کرام کو اپنے گھر مدعو فرماتے رہتے تھے۔

آپ ﷺ کے معاشی وسائل کا ایک اہم ذریعہ آپ کی تجارت تھی،جو ہجرت کے بعد بھی مدینے میں بھی آپ نے جاری رکھی۔اس کے علاوہ آپ کے معاشی وسائل کا ایک ذریعہ غزوات میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت تھے،جن میں اشیائے خوردونوش بھی ہوتی تھیں اور روزمرہ ضرورت کی اشیا بھی۔ان اموال سے آپ ﷺ اور مدینے کے مسلمانوں اور مجاہدین اسلام اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔غزوہ احد کے موقع پر بنی قینقاع کے امیر ترین یہودی مخیریق نے اپنے سات باغ نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کئے۔آپ نے ان باغوں کو اپنے قبضے میں لے کر ان کو مسلمانوں کی فلاح کے لئے وقف فرمادیا۔

آپ ﷺ کو زندگی بھر جو معاشی تنگی کا سامنا رہا اس کا سبب آپ کی بے مثال فیاضی،سخاوت اور ایثار تھا۔آپ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور فیاض تھے۔سخاوت و ایثار میں کوئی آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا خواہ وہ کتنا سخی،فیاض اور مال دار کیوں نہ ہو۔آپ نے تمام عمر کبھی کسی کے سوال کو رد نہیں فرمایا اور نہ کبھی کوئی چیز ذخیرہ کرکے رکھی۔

Marfat.com

عہد نبوی ﷺ کا نظام معیشت

اسلام نے متعدد جگہ تجارتی اور معاشی معاملات ومسائل کے ایسے رہ نما اصول بیان فرمائے ہیں کہ ان پر عمل کر کے ایک نہایت سادہ اور عمدہ معاشرے کی تعمیر کی جا سکتی ہے، اور ان اصولوں کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ معاشی تباہی، اخلاقی بگاڑ اور اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب بنتا ہے۔ جس طرح اعمال واخلاق کی بے اعتدالیاں اور نفسانی خواہشات، انسان کو گم راہ کر دیتی ہیں، اسی طرح معاشی مسائل اور کسب واکتساب کے وہ وسائل وذرائع جو اللہ کے مقرر کردہ احکام کو نظر انداز کر کے اختیار کیے جائیں، انسانی گم راہی کا سبب بنتے ہیں، اس لئے کہ اللہ کے مقرر کردہ احکام وضوابط فطرت انسانی کے عین مطابق اور اس کی فلاح کے ضامن ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے مفکرین وماہرین کوئی ایسا نظام معیشت پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہیں جو دنیا کی معاشی مشکلات صحیح معنوں میں حل کر سکے۔ یہ صرف اسلام ہی کا نظام معیشت ہے جو دنیا کو درپیش معاشی مسائل کو عین انسانی فطرت اور ضرورت کے مطابق حل کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس معاملے میں ہماری مکمل رہ نمائی کرتا ہے۔

فطری نظام

اسلام نے معیشت کا ایسا نظام پیش کیا ہے جو نہ صرف عین فطرت انسانی کے مطابق ہے، بل کہ اس کی رو سے لوگوں میں ایسا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو ہر شخص کو جبر وتشدد کی

Marfat.com

بہ جائے فطری طور پر اپنی استعداد اور اپنے اختیار کے مطابق خدمات انجام دینے پر آمادہ کرتا ہے۔اس طرح آج کل کی معاشی اصطلاح میں آجر اور اجیر کے مابین صحت مند رشتے استوار ہوتے ہیں۔قرآن کریم نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط(۱)

دنیا کی زندگی میں بھی ہم خود ان کی روزی تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی نے بعض کے درجات بعض پر بلند کر دیئے ہیں، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔وہ دنیا کی نعمتیں تقسیم کرنے میں بھی قادر ومختار مطلق ہے، منکرین کی تو روزیاں بھی ان کے قبضے اور اختیار میں نہیں۔وہ بھی اللہ ہی تقسیم کرتا ہے اور وہی درجات کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دیتا ہے اور اسی نے بعض کو غنی بنایا اور بعض کو فقیر۔کسی کو بلند مرتبہ بنایا اور کسی کو کم مرتبے والا، تاکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں، اور ایک دوسرے کے کام آتے رہیں اور دنیا کا نظام بہ حسن وخوبی چلتا رہے۔

نبوی نظام معیشت کی بنیادی باتیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کے ذریعے جس طرح عبادات، معاشرتی معاملات اور سیاسیات کے اصول وضوابط بیان کئے ہیں، اسی طرح معاشیات کے بھی اصول وضوابط بیان کئے ہیں۔چناں چہ قرآن وحدیث کی روشنی میں نبوی نظام معیشت کی بنیادی باتیں یہ ہیں۔

۱۔حق داروں کو ان کا حق پہنچانا: مادی معاشیات کی رو سے دولت کا مستحق صرف ان لوگوں کو سمجھا جاتا ہے جو دولت کی پیداوار میں حصہ لیں۔مثلاً سرمایہ، زمین اور محنت، یہی عاملین پیدائش ہیں، ان ہی کے مشترکہ عمل سے جو پیداوار ہوگی وہ ان تینوں پر

۱۔الزخرف:۳۲

Marfat.com

اس طرح تقسیم ہوگی کہ پیداوار کا ایک حصہ سرمائے کو ملے گا جو منافع کی شکل میں ہوگا۔ پیداوار کا دوسرا حصہ زمین کو ملے گا جو کرائے کی شکل میں ہوگا اور تیسرا حصہ محنت کو ملے گا جو اجرت کی شکل میں ہوگا۔ اس کے برخلاف اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دولت حقیقتاً اللہ کی ملکیت ہے اور وہی اس کے قوانین مقرر فرماتا ہے۔ اس لئے دولت کے حق دار صرف وہی لوگ نہیں ہوتے جو اس کی پیداوار میں شریک ہوں بل کہ ہر وہ شخص دولت کا مستحق ہے جس تک دولت پہنچانا اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے۔ لہٰذا فقر و مساکین، غربا و مفلسین اور دوسرے نادر و بے کس لوگ بھی دولت کے حق دار ہیں۔ اس لئے جن عاملین پیدائش پر دولت تقسیم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنی دولت کا کچھ حصہ غربا و مساکین تک پہنچائیں، جیسے ارشاد ہے:

وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ○ (۲)

اور ان کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حق ہے۔

یہ لوگ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں سے سوال کرنے والوں اور ان لوگوں کو جو محتاج و تنگ دست ہونے کے باوجود سوال سے بچتے ہیں، اپنے مال کا ایک حصہ ان کا حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖؗ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ○ (۳)

وہی تو ہے جس نے باغ اگائے، وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور اور مختلف قسم کی کھیتی

۲۔ الذّٰریٰت: ۱۹

۳۔ الانعام: ۱۴۱

Marfat.com

اور زیتون اور انار بھی جو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں۔ اور جب ان میں پھل آ جائے تو ان کو کھاؤ اور کٹنے کے دن ان کا حق ادا کر دیا کرو۔ اور اسراف نہ کرو۔ بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تمام حیوانات ونباتات کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام جانور و باغات اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ان سب کی تخلیق میں کوئی ذرہ برابر بھی اس کا شریک نہیں۔ حقیقت میں اسی نے تمہارے لئے قسم قسم کی نعمتیں پیدا کیں، تا کہ تم ان کے ذریعے اپنے حقیقی رازق و مالک کو پہچانو۔ اسی نے تمہارے لئے مختلف قسم کے باغات پیدا کئے۔ کچھ تو انگور کی طرح ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور کچھ نہیں چڑھائے جاتے۔ اسی طرح کھجور اور کھیتی کو پیدا کیا اور زیتون اور انار پیدا کئے۔ ان کے پھل یکساں بھی ہوتے ہیں اور جداگانہ بھی۔ یہ اسی کی قدرت کے کرشمے اور اسی کی رحمت وعنایت کے نمونے ہیں۔ اس نے یہ تمام چیزیں تمہاری غذا اور لذت کے لئے پیدا کیں۔ لہٰذا جب ان پودوں اور درختوں میں پھل آ جائے تو تم یہ پھل کھاؤ اور اس کی نعمت کی قدر کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اور جب پھل توڑو اور کھیتی کاٹو تو اس وقت غریبوں کا حصہ بھی ادا کرو اور ناجائز باتوں میں خرچ کر کے شرعی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو شرعی حدود کے اندر رہ کر خرچ کرتے ہیں۔

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں نے یا کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

ان فی الاموال لحقا سوی الزکوٰۃ (۴)

مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حق ہے۔

۲۔ احتکار واکتناز: بازار میں جب کسی چیز کی طلب میں اضافہ اور رسد میں کمی

۴۔ ترمذی۔ الجامع السنن: ج ۲، ص ۱۴۳، رقم ۶۵۹۔ ابن ماجہ۔ السنن: ج ۲، ص ۵۶۹، رقم ۱۷۸۹

Marfat.com

ہو جاتی ہے تو مفاد پرست طبقہ عام لوگوں کی ضروریات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس جنس کو بڑی، مقدار میں خرید کر گوداموں کی زینت بنا دیتا ہے اور من مانے نرخ پر تھوڑا تھوڑا کر کے بازار میں لاتا ہے۔ اسی کو احتکار کہتے ہیں۔ ابن منظور لکھتے ہیں:

لغت میں کھانے پینے کی اشیا کو گرانی کے انتظار میں روکے رکھنے کا نام احتکار ہے۔ (۵)

معمر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحتکر الا خاطئ (۶)

گناہ گار کے سوا کوئی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

من احتکر علی المسلمین طعاما ضربه الله بالجذام او بالافلاس (۷)

جس نے مسلمانوں کی کھانے کی چیزوں کا ذخیرہ کیا تو اللہ اس کو جذام یا افلاس میں مبتلا کرے گا۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا:

الجالب مرزوق والمحتکر ملعون (۸)

باہر سے لا کر بیچنے والا رزق پائے گا اور ذخیرہ اندوز ملعون ہے۔

قرآن کریم اور احادیث میں ایسے طریقے اختیار کرنے کی سخت ممانعت آئی

۵۔ ابن منظور۔ لسان العرب: ج ۴، ص ۲۰۸

۶۔ مسلم۔ الصحیح: ج ۳، ص ۶۳، رقم ۱۶۰۵۔ ابن ماجہ: ج ۳، ص ۱۰، رقم ۲۱۵۴

۷۔ ایضاً: رقم ۲۱۵۵

۸۔ الدارمی۔ السنن: ج ۲، ص ۳۲۴، رقم ۲۵۴۴

Marfat.com

ہے، جن سے دولت وسرمایہ پھیلنے اور تقسیم ہونے کی بہ جائے سمٹ کر ایک خاص طبقے تک محدود ہو جائے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ط هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ O (۹)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے۔ جس دن اس مال کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کی گردنوں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

جو لوگ حرص و لالچ کی بنا پر سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب کی بشارت ہے۔ قیامت کے روز ان کے جمع کردہ سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں گرم کر کے اس سے ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا، کیوں کہ یہ لوگ دنیا میں غریبوں اور مسکینوں اور ضرورت مندوں کو دیکھ کر ان سے منہ موڑ لیتے تھے۔ پھر داغ دیتے وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی سونا چاندی ہے جس کو تم نے اپنے فائدے کے لئے جمع کر رکھا تھا اور تم اس میں سے اللہ کا حق ادا نہیں کرتے تھے، سو اب تم اپنے ذخیرہ کئے ہوئے مال کے وبال کا مزہ چکھو۔

جمہور علما و مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جس وعید کا ذکر ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ اور حقوق واجبہ ادا نہ کرے۔ اس کے برعکس جس

۹۔ التوبہ: ۳۴،۳۵

Marfat.com

مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے اس کے جمع کرنے پر کسی قسم کی وعید نہیں، خواہ اس کی مالیت اربوں روپے ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن صاحب ذھب ولا فضة لایؤدی منھا حقھا الا اذا کان یوم القیٰمة صفحت له صفائح من نار فاحمی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جنبه وجبینه وظھره کلما بردت اعیدت له فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة حتی یقضی بین العباد فیری سبیله اما الی الجنة واما الی النار (۱۰)

سونے چاندی کے جو مالک اس کی زکوٰۃ نہیں دیتے، قیامت کے روز ان کے سونے چاندی کے تختے بنا کر ان کو آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان سے ان کے پہلو اور پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو ان کو دوبارہ گرم کر کے یہ عمل دہرایا جائے گا۔ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے اور اس کو جنت یا دوزخ کی طرف راستہ دکھا دیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من آتاه الله مالا فلم یؤ د زکاته، مثل له یوم القیٰمة شجاعا اقرع له زبیبتان یطوقه یوم القیٰمة ثم یاخذ بلھزمیه یعنی شدقیه، ثم یقول انا مالك، انا کنزك (۱۱)

جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اس نے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو قیامت

۱۰۔ مسلم۔ ج ۲، ص ۶۷۹، رقم ۹۸۷

۱۱۔ بخاری۔ ج ۱، ص ۳۴۳، رقم ۱۴۰۳

Marfat.com

کے روز اس مال کو گنجے سانپ کی شکل میں بنا دیا جائے گا، جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ یہ سانپ طوق کی شکل میں اس کے گلے میں پڑ جائے گا اور اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر (چیرے گا اور) کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا مال ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ماعلیک (۱۲)

جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم پر جو واجب تھا وہ تم نے ادا کر دیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ (۱۳)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

گویا اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا اپنے اختیار سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

مذکورہ بالا قرآنی آیات واحادیث سے واضح ہے کہ دولت وسرمایہ ذخیرہ اور جمع کرنے کے لئے نہیں بل کہ یہ انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔

۳۔ اسراف: اسراف کی تعریف راغب اصفہانی اس طرح کرتے ہیں:

السرف تجاوز الحد فی کل فعل یفعلہ الانسان (۱۴)

لغت میں ہر انسان فعل میں حد سے تجاوز کرنے کو اسراف کہتے ہیں۔

۱۲۔ ترمذی: ج ۲، ص ۱۲۱، رقم ۶۱۸۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۵۶۹، رقم ۱۷۸۸

۱۳۔ البقرۃ: ۱۹۵

۱۴۔ راغب اصفہانی۔ المفردات: ۲۳

Marfat.com

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:

ماانفقت فی غیر طاعة الله سرف، وان کان قلیلاً (۱۵)

اللہ کی اطاعت کے کاموں کے علاوہ جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ اسراف ہے، خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

تقریباً یہی تعریف ابن منظور سے لسان العرب میں منقول ہے۔(۱۶)

مناوی سے اسراف کی اصطلاحی تعریف اس طرح منقول ہے:

الاسراف هوالابعاد فی مجاوزة الحد (۱۷)

اسراف حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں۔

جرجانی نے اسراف کی یہ تعریف کی ہے:

هو ان یاکل الرجل مالایحل له او یاکل ممایحل له فوق الاعتدال ومقدار الحاجة (۱۸)

اسراف یہ ہے کہ انسان وہ کچھ کھائے جو اس کے لئے حلال نہیں یا حلال تو ہے مگر وہ اعتدال اور ضرورت سے زیادہ کھائے۔

آج کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ معاشی ہے۔ آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ انتہائی غربت کی زندگی گزار رہا ہے۔ متوسط طبقے کا حال بھی اچھا نہیں، وہ اپنی ضروریات تو جیسے تیسے پوری کر رہا ہے لیکن سکون واطمینان اسے بھی حاصل نہیں۔ اس کا ایک اہم سبب تو یہ ہے کہ ہم نے بہت سی غیر اہم اور غیر ضروری چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، حال آں کہ ان کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔ اس لئے پرسکون زندگی گزارنے کے لئے آدمی میں قناعت اور سادگی کا ہونا ضروری ہے۔ آدمی میں قناعت اس وقت آئے گی جب وہ

۱۵۔ موسوعۃ نضرۃ النعیم: ص ۳۸۸۴

۱۶۔ لسان العرب بہ ذیل مادہ سرف

۱۷۔ نضرۃ النعیم: ص ۳۸۸۵

۱۸۔ ایضاً

Marfat.com

دنیاوی معاملات میں اپنے سے کم تر لوگوں پر نظر کرے، اور دیکھے کہ وہ کس طرح سروں پر وزن اٹھائے پھرتے ہیں اور طرح طرح کی مشقتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں، اور اس پر اللہ کا شکر بجالائے کہ اللہ نے اس کو اپنے بہت سے بندوں سے بہتر بنایا ہے۔ اسی طرح دینی معاملات میں اپنے سے برتر لوگوں کو دیکھے اور دل و جان سے ان جیسے اعمال صالحہ کرنے کی کوشش کرے۔

سادگی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے وسائل کے اندر رہ کر اپنی زندگی گزارے اور کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس اور برت برتاؤ، بیاہ شادی اور دیگر تقریبات اور مواقع پر اعتدال کا دامن تھامے رہے۔ اپنے تمام امور میں بے جا تکلفات، دکھاوے، ریا سے کامل اجتناب کرے۔ بخل اور تنگی سے زندگی گزارنے کا نام سادگی نہیں بل کہ بخل اور فضول خرچی سے اجتناب کرتے ہوئے زندگی کے ہر شعبے میں میانہ روی اختیار کرنے کا نام سادگی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا O (۱۹)

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ ہی تنگی کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا، خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے، یہاں تک کہ فضول خرچی میں داخل ہو جائے، اور تنگی سے خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ خرچ کرنا ضروری ہو وہاں خرچ نہ کیا جائے۔ اس لئے جب آدمی فضول خرچی اور کنجوسی کو ترک کر کے اعتدال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، اپنے وسائل کے مطابق خرچ کرتا اور اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاتا ہے تو اس کا طرز زندگی نہایت سادہ اور پسندیدہ

۱۹۔ الفرقان: ۶۷

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۲۰)

کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔

شرعی اعتبار سے انسان پر کھانا پینا فرض و لازم ہے۔ اگر کوئی شخص قدرت کے باوجود کھانا پینا چھوڑ دے، یہاں تک کہ مرجائے یا اتنا کم زور ہو جائے کہ فرائض و واجبات بھی ادا نہ کر سکے تو ایسا شخص عنداللہ مجرم اور گناہ گار ہے۔ اس آیت میں کھانے پینے کی اجازت ہی نہیں بل کہ حکم ہے، مگر اس کے ساتھ ہی اسراف کی ممانعت ہے۔

اسراف کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور حد سے تجاوز کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ حلال سے تجاوز کر کے حرام تک پہنچ جانا اور حرام چیزوں کو کھانے پینے لگ جانا۔

۲۔ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کسی شرعی وجہ کے بغیر حرام سمجھ کر چھوڑ دینا۔ جس طرح حرام چیزوں کا استعمال جرم و گناہ ہے، اسی طرح حلال چیزوں کو حرام سمجھنا بھی سخت گناہ ہے۔

۳۔ بھوک اور ضرورت سے زیادہ کھانا پینا اسراف ہے۔

۴۔ ہر وقت کھانے پینے کی فکر میں رہنا بھی اسراف ہے۔ (۲۱)

عمرو ابن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا والبسوا مالم يخالطه اسراف او مخيلة (۲۲)

کھاؤ اور پیو اور پہنو جب تک کہ اس کے ساتھ اسراف یا تکبر شامل

۲۰۔ الاعراف: ۳۱

۲۱۔ آلوسی۔ روح المعانی: ج ۸، ص ۱۰۹، ۱۱۰۔ مفتی محمد شفیع۔ معارف القرآن: ج ۳، ص ۵۴۲، ۵۴۶

۲۲۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۵۰۲، رقم ۳۶۰۵

Marfat.com

نہ ہو۔

ابن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قد افلح من هدی الی الاسلام ورزق الکفاف وقنع به (۲۳)

وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کو اسلام کی طرف ہدایت ملی اور گزر واوقات کے مطابق اسے رزق مل گیا اور اللہ نے اسے قناعت کی دولت سے نوازا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات نے اس سلسلے میں بھی اپنی امت کے لئے بہترین نمونہ عمل چھوڑا ہے۔ آپ نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی اور فقر و فاقے کی حالت میں نہایت صبر و شکر سے اپنے فرائض منصبی ادا کئے۔ باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام سہولتیں میسر آسکتی تھیں۔ یوں آپ کس فقر اختیاری تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یبیت اللیالی المتتابعة طاویا واهله لایجدون عشاء وکان اکثر خبزهم خبزالشعیر (۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے کئی کئی رات خالی پیٹ سوتے تھے، کیوں کہ رات کو کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور ان لوگوں کی خوراک اکثر جو کی روٹی ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران وفات تک کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی۔ (۲۵)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑا کبھی تہہ کر کے نہیں رکھا گیا کیوں کہ آپ

۲۳۔ مسلم: کتاب الزہد باب فی الکفاف والقناعة۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۶۸۰، رقم ۴۱۳۸

۲۴۔ ترمذی: ج ۴، ص ۱۶۰، رقم ایضاً ۲۳۶۷

۲۵۔ قاضی عیاض۔ الشفا: ج ۱، ص ۸۲

Marfat.com

کا دوسرا جوڑا ہوتا ہی نہ تھا جو تہہ کر کے رکھا جاتا۔ (۲۶)

اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مکة ذھبا، قلت لا یا رب، ولکن اشبع یوما واجوع یوما، فاذا جعت تضرعت الیك و ذکرتك فاذا شبعت شکرتك وحمدتك (۲۷)

> مجھے میرے رب نے پیش کش کی کہ (اگر میں چاہوں تو) میرے لئے پورے بطحائے مکہ کو سونے کا بنا دیا جائے۔ مگر میں نے کہا: نہیں! میرے رب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن میں سیر ہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ پھر جب بھوک لگے تو تیرے سامنے روؤں، گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں اور تیری حمد کروں۔

ایک مسلمان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے بڑھ کر کوئی اسوہ قابل عمل نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم نے خود اسے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:

> لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۲۸)

> البتہ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی) میں عمدہ نمونہ (عمل) ہے۔

لہٰذا ایک جانب جہاں ہمیں اپنی معاشی مشکلات کے حل کے لئے کوششیں کرنی چاہئیں، اور اللہ سے دعا کرنی چاہئے، وہیں صبر و رضا کے ساتھ اس ابتلا کو گزارنا چاہئے، کیوں کہ مشکلات کا دور خواہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو آخر اسے ختم ہونا ہے۔ چناں چہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

۲۶۔ الشفا: ج:۱، ص۸۲

۲۷۔ ترمذی: ج۴، ص۱۵۵، رقم ۲۳۵۴

۲۸۔ الاحزاب: ۲۱

Marfat.com

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ (۲۹)

سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

عادت اللہ یہی ہے کہ جو شخص مصائب اور سختیوں پر صبر کرے اور صدق دل سے اللہ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے تعلق ختم کر کے اسی سے لو لگائے اور اسی کے فضل ورحمت کا امیدوار رہے اور حصول مقصد میں تاخیر ہونے سے ناامید نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ضرور آسانی کرے گا۔ ایک طرح کی نہیں بل کہ کئی طرح کی۔ (۳۰)

۴۔ تبذیر: اللہ کی نافرمانی میں مال خرچ کرنا۔ بے جا خرچ کرنا۔

لغت میں کسی چیز کو پھینکنے اور منتشر کرنے کا نام تبذیر ہے۔ (۳۱)

اصطلاح میں امام شافعی سے منقول ہے:

التبذير انفاق المال فی غير حقه، ولاتبذير فی عمل الخير (۳۲)

تبذیر ناجائز کام میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ نیک کام میں تبذیر نہیں ہوتی۔

قرطبی کہتے ہیں:

هو النفقة فی غير وجوه البر التی يتقرب بها الی الله تعالیٰ (۳۳)

تبذیر سے مراد نیک کاموں کے سوا کسی ایسے کام میں خرچ کرنا ہے جس سے مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا نہ ہو۔

۲۹۔ الانشراح: ۵، ۶

۳۰۔ علامہ شبیر احمد عثمانی۔ تفسیر عثمانی: ج ۲، ص ۸۲۴

۳۱۔ نضرۃ النعیم: ۴۱۱۳

۳۲۔ تفسیر قرطبی: ج ۱، ص ۲۴۷

۳۳۔ نضرۃ النعیم: ص ۴۱۱۴

Marfat.com

مجاہد کہتے ہیں کہ اگر انسان اپنا سارا مال حق کے راستے میں خرچ کر دے تو یہ تبذیر نہیں اور اگر وہ گناہ کے کام میں ایک مد یعنی ایک سیر غلہ بھی خرچ کرے تو یہ تبذیر ہے۔(۳۴)

قتادہ کہتے ہیں کہ تبذیر اللہ کی نافرمانی اور ناحق اور فساد کے لئے خرچ کرنے کا نام ہے۔(۳۵)

اسراف اور تبذیر میں فرق: کفوی کہتے ہیں:

الاسراف هو صرف فيما لاينبغي زائدا على ماينبغي،
اماالتبذير فانه صرف الشئ فيما لاينبغي (۳۶)

اسراف تو کسی جائز کام میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور تبذیر ناجائز کام میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں مال کو لغویات اور اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں خرچ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، چناں چہ ارشاد ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ (۳۷)

اور اہل قرابت اور محتاج اور مسافر کا حق ادا کرتے رہنا اور (مال کو) فضول نہ اڑانا۔ بلاشبہ فضول اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور گناہ کے کامون میں خرچ کرنے والوں کو

۳۴۔ علامہ صابونی۔ صفوۃ التفاسیر: ج ۲، ص ۱۳۹

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ نضرۃ النعیم: ص ۴۱۱۴

۳۷۔ بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷

Marfat.com

شیطانوں کے بھائی کہا ہے، یعنی وہ شیطانوں کے طریقے پر ہیں اور ان کی اطاعت وفرماں برداری میں ناجائز اور بے ہودہ جگہوں پر خرچ کرتے ہیں۔ شیطان تو ہے ہی اپنے رب کا نافرمان، اس لئے اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے۔ مال و دولت اللہ کی نعمت ہے۔ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ اور ناحق اور اس کی نافرمانی کے کاموں میں خرچ کرنا اس کی ناشکری ہے۔

عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں محتاج ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میں ایک یتیم کا سرپرست ہوں۔ آپ نے فرمایا:

كل من مال يتيمك غير مسرف ولا مباذر ولامتاثل (۳۸)

اپنے یتیم کے مال میں سے کھا، اسراف اور فضول خرچی اور اس کے مال سے پونجی بنائے بغیر۔

۵۔ سود کی حرمت: دوسری برائیوں کی طرح عربوں میں سودی لین دین بھی عام تھا۔ دولت مند لوگ غریبوں کو بھاری شرح سود پر روپیہ قرض دیتے تھے اور جب تک روپیہ وصول نہیں ہوتا تھا وہ سود کو اصل میں شامل کرتے جاتے تھے۔ اسلام نے معاشرے کی اس لعنت کو ختم کیا۔ فرمایا:

يَآَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ O (۳۹)

اے ایمان والو! دوگنا چوگنا کر کے سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۳۸۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۳۶، رقم ۲۸۷۲۔ نسائی۔ السنن: کتاب الوصایا باب ماللوصی من مال الیتیم اذا قام علیہ

۳۹۔ آل عمران: ۱۳۰، ۱۳۱

Marfat.com

ربا کی قسمیں

۱۔ ربا النسیہ: اہل جاہلیت مدت مقرر کر کے سود پر قرضہ دیتے تھے۔ اگر مقررہ مدت گزرنے پر رقم واپس وصول نہ ہوتی تو قرض خواہ، سود کو اصل رقم میں شامل کر کے اس پر سود لگا دیتا تھا۔ اس طرح سود در سود مل ملا کر قرض پر دی ہوئی رقم کئی گنا بڑھ جاتی تھی۔ قرآن کریم نے اوپر بیان ہونے والی آیت کریمہ میں اسی کو اضعافا مضاعفہ کہا ہے۔ اس کو ربا النسیہ بھی کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب میں سود کی یہی قسم رائج تھی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے، جو آج ہمارے سامنے پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> لیأتِینَّ علی الناس زمان لایبقی احد الا اکل الربا فان لم یاکله اصابه من بخاره (۴۰)
>
> لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ایسا کوئی شخص باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو اور جو سود نہ کھائے گا تب بھی اس کا اثر اس تک ضرور پہنچے گا۔

۲۔ ربا الفضل: یہ وہ سود ہے جو ایک ہی جنس کی چیزوں کو کمی بیشی کے ساتھ تبدیل کرنے میں ہوتا ہے، جیسے ایک سیر عمدہ گیہوں کو سوا سیر ادنی قسم کے گیہوں کے بدلے میں فروخت کیا جائے، یا پرانے ایک سو دس روپے کے بدلے میں نئے سو روپے دیئے جائیں۔ وغیرہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> الذهب بالذهب مثلا بمثل، والفضة بالفضة مثلا بمثل،

۴۰۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۲۰۷، رقم ۳۳۳۱

Marfat.com

والتمر بالتمر مثلا بمثل، والبر بالبر مثلا بمثل، والملح بالملح مثلا بمثل والشعير بالشعير مثلا بمثل، فمن زاد أو ازداد فقد اربی، بیعوا الذهب بالفضة کیف شئتم، یدا بید وبیعوا البر بالتمر کیف شئتم یدا بید وبیعوا الشعیر بالتمر کیف شئتم یدا بید (۴۱)

سونے کے بدلے سونا برابر برابر بیچو، چاندی کے بدلے چاندی برابر برابر بیچو اور کھجور کے بدلے کھجور برابر برابر اور گیہوں کے بدلے گیہوں برابر برابر بیچو اور نمک کے بدلے نمک برابر برابر بیچو اور جو کے بدلے جو برابر برابر بیچو۔ پس جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا تو اس نے سود کا معاملہ کیا۔ پھر سونے کی چاندی کے عوض نقد و نقد جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو اور گیہوں کی کھجور کے عوض جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو، بہ شرطے کہ نقد و نقد ہو۔ اور جو کھجور کے عوض نقد و نقد جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو۔

سود خوروں کا انجامِ بد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (۴۲)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ)

۴۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۱۹، رقم ۱۲۴۴

۴۲۔ البقرۃ: ۲۷۵

Marfat.com

اٹھیں گے جیسے شیطان نے کسی کو چھو کر حواس باختہ کر دیا ہو، یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ بیع بھی سود کی مانند ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو تو حلال کر دیا اور سود کو حرام کر دیا۔ پس جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت کی بات پہنچی اور وہ باز آ گیا تو اس کو وہی لینا چاہئے جو اس نے پہلے دیا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کے انجام بد اور حشر میں ان کی رسوائی اور گمراہی کو بیان کیا ہے، کیوں کہ ان لوگوں نے دو جرم کئے۔ ایک تو سود کے ذریعے حرام مال کھایا، دوسرے سود کو حلال سمجھا اور جو لوگ سود کو حرام کہتے ہیں ان کے جواب میں سود کو خرید و فروخت کی مانند قرار دیا اور کہا کہ جس طرح خرید و فروخت کے ذریعے نفع حاصل کیا جاتا ہے، اسی طرح سود کے ذریعے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر سود حرام ہے تو خرید و فروخت بھی حرام ہونی چاہئے۔ ان کے جواب میں اللہ نے حکماً فرمایا کہ اللہ ہی ہر چیز کے نفع و نقصان سے پوری طرح باخبر ہے، اس لئے اسی نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود (کا گناہ) ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے، جن میں سب سے کم درجے کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ (۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے اور

۴۳۔ مشکوٰۃ: کتاب البیوع، باب الربوٰ، فصل ثالث

۴۴۔ مسلم: ج ۳، ص ۵۷، رقم ۱۵۹۸۔ ترمذی: ج ۳، ص ۴، رقم ۱۲۱۰۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۳۰۸، رقم ۳۳۳۳

Marfat.com

سود کی دستاویز لکھنے والے اور (اس سودی کاروبار کے) گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر کے شریک ہیں۔

سود خوروں کے خلاف اعلان جنگ: سود کے خلاف اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ کیا ہے، ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (۴۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم سچے مومن ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہیں اپنے اصلی مال لینے کا حق ہے۔ نہ کسی پر ظلم کرو۔ اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

اس آیت کے نزول کے بعد جن لوگوں کی سود پر دی ہوئی رقم بہ مع سود قرض داروں پر واجب تھی، ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ممانعت سے پہلے کا جو سود لوگوں کے ذمے ہے وہ لے لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کو رد فرماتے ہوئے ان کو حکم دیا کہ اگر تم سچے مومن ہو تو جو کچھ سود قرض دار کے ذمے باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اور صرف اپنا اصل مال لے لو۔ پھر سود کی مخالفت کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے کہ اگر انہوں نے سود کو ترک نہ کیا تو ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے والا کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم میں ایسی شدید وعید کفر کے سوا کسی اور بڑے سے بڑے

۴۵۔ البقرۃ: ۲۷۸، ۲۷۹

Marfat.com

گناہ پر بھی نہیں آئی۔

سود کی حرمت کا مذکورہ قانون نافذ ہونے کے بعد مسلمان تو اس کے پابند تھے ہی، جو غیر مسلم قبائل صلح یا کسی معاہدے کے تحت اسلامی قانون قبول کر چکے تھے وہ بھی اس کے پابند ہو چکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں اس بات کا اظہار فرمایا کہ یہ قانون کسی خاص شخص یا قوم یا مسلمانوں کے مالی مفاد کے پیش نظر نہیں بل کہ پوری انسانیت کی تعمیر اور صلاح وفلاح کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اسی لئے سب سے پہلے ہم مسلمانوں کے سود کی بڑی رقم جو غیر مسلموں کے ذمے تھی، اس کو چھوڑتے ہیں تو اب ان کو بھی اپنے سود کی باقی ماندہ رقم چھوڑنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا سود جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا وہ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب کا تھا، جن کی بہت بھاری رقمیں غیر مسلموں کے ذمے عائد ہوتی تھیں۔ (۴۶)

بیع اور سود میں فرق: بیع میں جو نفع اور زیادتی ہوتی ہے وہ مال کے عوض اور مقابلے میں ہوتی ہے اور سود میں جو نفع اور زیادتی ہوتی ہے وہ بلاعوض ہوتی ہے۔ مثلاً کسی نے ایک درہم کا کپڑا خرید کر دو درہم میں فروخت کر دیا تو یہ دونوں درہم کپڑے کے عوض اور مقابل ہوئے۔ اور اگر کسی نے ایک درہم کو دو درہم میں فروخت کیا تو ایک درہم تو ایک درہم کے مقابل اور عوض میں ہو جائے گا اور دوسرا درہم بلاعوض اور مقابلے کے ہوگا۔ یہی سود ہے جسے اللہ حرام ٹھہرایا ہے۔ بیع میں قابل معاوضہ چیزوں کا تبادلہ ہوتا ہے اور ربا اصل قرض پر کچھ زیادہ لینے کو کہتے ہیں، اور یہ زیادتی ادائیگی کے وقت میں مہلت اور تاخیر کے بدلے میں کی جاتی ہے۔ وقت میں تاخیر اور مہلت نہ تو عقلاً کوئی مال ہے اور نہ عرفاً کوئی ایسی چیز ہے جس پر قبضہ کیا جا سکے اور عوض اور مقابل بن سکے۔ جو چیز بلاعوض اور بدل حاصل کی جائے وہ باطل اور ناحق ہے، اس پر گناہ ہوگا۔

جو لوگ بیع کے نفع کو سود کی مانند نفع اور زیادتی کہتے ہیں اور دونوں میں کوئی

۴۶۔ مفتی محمد شفیع۔ معارف القرآن: ج ۱ ص ۶۵۵

Marfat.com

فرق نہیں کرتے، ان سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ جیسے بیوی عورت ہے اسی طرح ماں بھی عورت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بیوی تو حلال ہے اور ماں حرام ہے۔ یا یہ پوچھا جائے کہ کتا بھی بکری کی طرح ایک چوپایا جانور ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بکری تو حلال ہے اور کتا حرام ہے۔ (۴۷)

حقیقت یہ ہے کہ بیع کے حلال اور سود کے حرام ہونے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے اور اس کو مخلوق کے لئے ہر قسم کے فیصلے اور احکام جاری کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ قادر مطلق ہے، اس کے فیصلے اور حکم کو مخلوق میں سے کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا، اس کا حکم حتمی ہے۔

سودی کاروبار کے نقصانات: پھر سودی کاروبار کے تو نقصانات بھی واضح چیز ہیں، سودی لین دین سے تقسیم دولت کے نظام میں عدم توازن اور ناہمواری پیدا ہوتی ہے۔ اگر قرض لینے والے کو اپنے کاروبار میں سخت نقصان کا سامنا ہو، تب بھی قرض دینے والے کا منافع سود کی شکل میں محفوظ رہتا ہے اور اس کی تجوری ہر حال میں بھرتی چلی جاتی ہے۔ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے کہ قرض لینے والے کو بے انتہا منافع ہوا اور سرمایہ دینے والے کو اس میں سے بہت معمولی حصہ ملا۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں معاشی عدم توازن اور ناہمواری پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے کاروبار میں سرمایہ لگانے کی عموماً دو صورتیں بتائی ہیں۔ ایک شراکت اور دوسری مضاربت۔ یہ دونوں صورتیں معاشی عدم توازن اور ناہمواری سے خالی ہیں، کیوں کہ ان دونوں صورتوں میں نقصان بھی دونوں فریقوں کو ہوتا ہے اور نفع میں بھی دونوں فریق متناسب طریقے سے شریک ہوتے ہیں۔

سودی لین دین کا ایک اور نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ اس سے مٹھی بھر سرمایہ دار، دولت کے بڑے حصے پر قابض ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ سرمائے کے زور پر بازار اور دوسرے کاروباری اداروں کو اپنی منشا کے مطابق کنٹرول کرتے اور چلاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اشیا کی رسد اور

۴۷۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ معارف القرآن: ج ۱، ص ۴۱۵

Marfat.com

قیمتوں کا نظام متاثر ہوتا ہے۔ اس طرح معیشت و اخلاق سے لے کر ملکی سیاست تک زندگی کا کوئی گوشہ اس کے برے اثرات سے محفوظ نہیں رہتا۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر ان تمام برائیوں کی جڑ کاٹ دی۔ اس طرح اسلامی نظام کی رو سے کاروبار میں روپیہ لگانے والا کاروبار اور اس کی پالیسی میں شریک ہوتا ہے اور نفع و نقصان کی ذمے داری اٹھاتا ہے۔

سود خوری سے قلب میں قساوت اور اطاعت و فرماں برداری کی قوت میں کم زوری پیدا ہوتی ہے۔ سود خور کاہل اور آرام پسند ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر جہاد اور ایثار و قربانی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور بخل و کنجوسی جیسی کمینہ صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود اگر چہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے، اس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے۔ (۴۸)

۶۔ تجارت: روزی کمانے کے ذرائع اور اسباب مختلف اور بے شمار ہیں۔ ان میں سے بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں۔ جائز اور حلال ذرائع میں سے کسی بھی ذریعے کو اختیار کر کے حلال روزی حاصل کرنا درست ہے۔ ان ہی ذرائع میں سے ایک ذریعہ تجارت کا ہے جو حلال و جائز اور حرام و ناجائز دونوں طریقے سے ہوتی ہے۔ جو تجارت اسلامی اصولوں اور احکام کے تحت کی جائے وہ حلال اور جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں بہت برکت رکھی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حلال روزی کی تلاش اور حصول کے لئے تگ و دو اور کوشش نماز روزے جیسی عبادتوں کی طرح عبادت ہے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

طلب الحلال فریضة بعد الفریضة (۴۹)

حلال رزق کا طلب کرنا دوسرے فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔

۴۸۔ مشکوٰۃ: کتاب البیوع باب الربا، فصل ثالث

۴۹۔ طبرانی۔ معجم الکبیر۔ موصل۔ مکتبۃ العلوم ۱۹۸۳ء: ج ۱۰، ص ۷۴

Marfat.com

تجارت کے عام معنی خرید وفروخت کے ہیں۔ اصطلاح میں تجارت یہ ہے:

التجارة التصرف فی رأس المال طلبا للربح (۵۰)

اصل مال میں نفع کی غرض سے تصرف کرنے کا نام تجارت ہے۔

تجارت کے لئے بیع کا لفظ بھی عام ہے، اور بیع کہتے ہیں:

البیع مبادلة المال بالمال تملیکا وتملکا (۵۱)

مال کو مال کے بدلے میں اس طرح تبدیل کرنے کو بیع کہتے ہیں کہ اس کا دوسرے کو مالک بنادیا جائے یا خود مالک بن جائے۔

تجارت حصول معاش کا ایک اہم ذریعہ ہی نہیں بل کہ اس کے بے شمار ثمرات اور ان گنت اجتماعی وانفرادی فوائد کی بنا پر اسلام نے اس کو بہترین کسب (کمائی) قرار دیا ہے، جو لوگ صحیح اسلامی احکام اور اصولوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تجارت کرتے ہیں ان کے لئے حدیث میں بڑے اجر کی بشارت ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء (۵۲)

بہت سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے روز) انبیا صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے جو بات کہیں تو جھوٹ نہ بولیں، امانت رکھیں تو خیانت نہ کریں، وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہ کریں، کچھ خریدیں تو (سامان کی) مذمت نہ کریں، بیچیں تو (مبالغہ آمیز) تعریف نہ کریں، ان کے اوپر کسی کا حق واجب ہو تو ٹال مٹول نہ کریں اور ان کا حق کسی پر

۵۰۔ المفردات: ص ۷۳

۵۱۔ ابن قدامہ المقدسی۔ الشرح الکبیر علی ھامش المغنی۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت: ج ۴، ص ۲

۵۲۔ ترمذی: ج ۳، ص ۵، رقم ۱۲۱۳۔ دارمی: ج ۲، ص ۳۲۲، رقم ۲۵۳۹

Marfat.com

واجب ہو تو اسے تنگ نہ کریں۔ (۵۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آدمی کی کون سی کمائی زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا:

عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور (۵۴)

آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر بیع مبرور (جس میں کوئی خرابی نہ ہو)۔

تجارت کی ترغیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کو بہترین رزق اور عمدہ روزی فرمایا نیز تجارت کو رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے فرمایا:

علیکم بالتجارۃ فیھا تسعۃ اعشار الرزق (۵۵)

تم تجارت کو اپنے اوپر لازم کرلو کیوں کہ اس میں رزق کے دس میں سے نو حصے ہیں۔

ایک اور روایت میں بازاروں کو اللہ کا دستر خوان کہا گیا ہے:

الاسواق موائد اللہ تعالیٰ فمن اتاھا اصاب منھا (۵۶)

بازار اللہ کے دستر خوان ہیں جو ان میں آئے گا وہ ضرور ان سے (اپنا حصہ) پائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجر کے اجر کو شہید کی مانند قرار دیا، فرمایا:

ما من جالب طعاما من بلد الی بلد فیبیعه بسعر یومه الا کانت منزلته عند اللہ منزلة الشھداء (۵۷)

جو تاجر مشقت اٹھا کر اناج کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتا

۵۳۔ الترغیب و ترہیب: ج ۳، ص ۲۶۴

۵۴۔ بیہقی۔ سنن الکبری: ج ۸، ص ۸۷، رقم ۱۰۵۳۴

۵۵۔ احیاء علوم الدین: ج ۲، ص ۶۴

۵۶۔ ایضاً

۵۷۔ قرطبی۔ قاہرہ، دارالشعب ۱۳۷۲ھ: ج ۱۹، ص ۵۵

Marfat.com

ہے اور اسے اس دن کی قیمت پر فروخت کرتا ہے تو اللہ کے ہاں اس کا مقام شہید کی مانند ہے۔

ایک روایت میں تجارت کو لوگوں کے لئے ایک بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

لولا هذه البيوع صرتم عالة على الناس (۵۸)

اگر یہ خرید وفروخت نہ ہوتی تو (معاشی اعتبار سے) تم لوگ دوسروں پر بوجھ بن جاتے۔

تجارت کی ممنوعہ شکلیں

بازار میں آنے سے پہلے مال خرید لینا: دور جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ دیہات کے لوگ جب اپنا مال یعنی غلہ وغیرہ لے کر شہر کی منڈی میں آتے تو شہر کے لوگ جو پہلے ہی سے ان کی ٹوہ میں رہتے، ان کی آمد کی خبر پا کر ان کے شہر میں داخل ہونے سے بہت پہلے راستے ہی میں ان کے مال کا سودا کر کے ان کا مال اپنے قبضے میں لے لیتے، اور پھر من مانی قیمت پر اس کو شہر میں فروخت کرتے۔ خرید وفروخت کے اس طریقے کو تلقی جلب کہتے ہیں، اس کو ممنوع قرار دیا گیا۔ آج کے دور میں ایجنٹ اور مڈل مین کا بڑھتا ہوا کردار بھی اس ذیل میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعے بھی کاشت کار کو معاوضہ کم ملتا ہے اور اصل خریدار کی جیب سے رقم زیادہ نکلتی ہے، مگر اصل فائدہ مڈل مین اٹھاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی قافلوں کی) پیش وائی سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان بیچے یعنی کسی دیہاتی کا دلال بنے۔ (۵۹)

دھوکہ دہی یعنی مال کا عیب ظاہر نہ کرنا: ہمارے ہاں تجارت کی بنیاد حد سے

۵۸۔ تفسیر ابن کثیر: ج ۳، ص ۲۹۶

۵۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۳۲، رقم ۲۱۶۲

Marfat.com

بڑھے ہوئے لالچ پر قائم ہے۔ دکان دار مہنگائی کا خواہش مند ہوتا ہے تو خریدار مفت ہی حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ تاجر حضرات تھوڑے سے نفع کی خاطر اپنا مال بیچتے وقت جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور اپنے مال کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ اگر ان کے مال میں کوئی عیب ہو تو اس کو خریدار پر ظاہر کرنے کی بہ جائے اس کو پوشیدہ رکھنے کی مقدور بھر کوشش کرتے ہیں۔ اسلام ایسے مکر وفریب اور لغو معاملات کی اجازت نہیں دیتا۔

حضرت رفاعہ بن رافعہ انصاری سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان التجار یبعثون یوم القیٰمۃ فجارًا الا من اتقی اللہ وبر وصدق (۶۰)

بلاشبہ قیامت کے دن (اکثر) تاجر گناہ گار اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جو اللہ سے ڈرے اور انہوں نے نیکی کی اور سچائی کو اختیار کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو (ڈھیر کے) اندر انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی، آپ نے دریافت فرمایا:

یاصاحب الطعام ماھذا؟ قال اصابتہ السماء یا رسول اللہ، قال افلا جعلتہ فوق الطعام حتیٰ یراہ الناس، ثم قال من غش فلیس منا (۶۱)

اے غلے کے مالک یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی بارش سے ایسا ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ نمی والے حصے کو اوپر

۶۰۔ ترمذی: ج ۳، ص ۵، رقم ۱۲۱۳

۶۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۵۶، رقم ۱۳۱۹

Marfat.com

کیوں نہیں کر دیتے کہ لوگ دیکھ لیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس نے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من باع عيبا لم يبينه لم يزل في مقت الله ولم تزل الملائكة تلعنه (۶۲)

جس شخص نے کوئی عیب والی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کو اس کا عیب نہیں بتایا تو اس پر ہمیشہ اللہ کا غضب رہے گا اور فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

نرخ بڑھانے کے لئے بیع میں مداخلت کرنا: اس کو عربی میں نجش بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فروخت کرنے والا کسی شخص کو اس کام کے لئے مقرر کر دیتا ہے کہ جب کوئی گاہک آئے تو تھوڑے سے توقف کے بعد وہ بھی دوکان پر آ جائے اور گاہک کی لگائی ہوئی قیمت سے زیادہ قیمت لگا دے، تاکہ گاہک اس چیز کو زیادہ قیمت پر خرید لے۔ یہ ایک بڑا دھوکہ ہے۔ چوں کہ گاہک کو حقیقت کا علم نہیں ہوتا اس لئے وہ دھوکہ کھا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت وعید فرمائی۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من دخل في شئ من اسعار المسلمين ليغليه عليهم كان حقا على الله ان يقذفه في معظم من النار يوم القيامة (۶۳)

جس نے مسلمانوں پر نرخ بڑھانے کے لئے ان کے سودے میں مداخلت کی، اللہ کے ذمے (اس مظلوم کا) یہ حق ہے کہ وہ ایسے (مداخلت

۶۲۔ ابن ماجہ۔ ج ۳، ص ۳۸، رقم ۲۲۴۷

۶۳۔ مسند ابوداؤد الطیالسی۔ کتاب البیوع والمکاسب

Marfat.com

کرنے والے) شخص کو قیامت کے روز بہت بڑی آگ میں ڈال دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یبتاع المرء علی بیع اخیہ ولا تناجشوا ولا یبیع حاضر لباد (۶۴)

کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی بیع (خرید وفروخت) میں مداخلت نہ کرے، کوئی نجش نہ کرے اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان بیچے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یبیع بعضکم علی بیع اخیہ (۶۵)

کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید وفروخت میں مداخلت نہ کرے۔
(اس کا بھاؤ خراب نہ کرے)

ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا:

لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یبیع علی بیع اخیہ حتیٰ یترکہ (۶۶)

جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے بھائی کی خرید وفروخت پر معاملہ نہ کرے جب تک کہ وہ اس معاملے کو ترک نہ کر دے۔

پختگی کی علامت سے پہلے پھل فروخت کرنا: ہمارے ملک میں پھل آنے

۶۴۔ بخاری: ج ۲،ص ۳۲، رقم ۲۱۰۶

۶۵۔ بخاری: ج ۲،ص ۲۷، رقم ۲۱۳۹

۶۶۔ دارمی: ج ۲،ص ۳۲۶، رقم ۲۵۵۰

Marfat.com

سے پہلے ہی باغوں کو فروخت کر دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات تو پھول آنے سے بھی پہلے باغ بیچ دیا جاتا ہے۔ یہ خرید و فروخت صحیح نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ باغ کا پھل اس وقت فروخت کرنا چاہئے جب اس کے قابل استعمال ہونے کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انه نهى عن بيع الثمرة حتىٰ يبدوا صلاحها وعن النخل حتىٰ يزهو، قيل وما يزهو؟ قال يحمار او يصفار (٦٧)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا اور کھجور کو زہو سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ زہو کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے کو زہو کہتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتبيعوا الثمر حتىٰ يبدوا صلاحه ولا تبيعوا الثمر بالتمر (٦٨)

(درخت پر لگا ہوا) پھل اس وقت تک نہ بیچو جب تک کہ وہ قابل انتفاع نہ ہو جائے اور درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتبتاعوا الثمر حتىٰ يبدوا صلاحها وتذهب عنه الآمة، قال يبدو صلاحها حمرته وصفرته (٦٩)

پھلوں کو (درختوں پر) اس وقت تک مت بیچو جب تک ان

٦٧۔ بخاری: ج ۲، ص ۳۸، رقم ۲۱۹۷

٦٨۔ بخاری: ج ۲، ص ۳۶، رقم ۲۱۸۳

٦٩۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۴، رقم ۱۵۳۴

Marfat.com

میں پختگی ظاہر نہ ہو جائے اور ان سے آفت کے جانے کا یقین نہ ہو جائے اور فرمایا اس کی پختگی یہ ہے کہ ان (پھلوں) پر سرخی یا زردی ظاہر ہو جائے۔

قبضے سے پہلے مال فروخت کرنا: فروخت کی جانے چیز پر مالک کا قبضہ ضروری ہے۔ آج کل یہ عام ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدنے کے بعد خود اس پر قبضہ حاصل کئے بغیر فوراً ہی اسے دوسرے کو فروخت کر دیتا ہے۔ شرعاً یہ درست نہیں کیوں کہ اس صورت میں بد معاملگی اور باہمی مناقشہ پیش آ سکتا ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص مجھ سے وہ چیز فروخت کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے جو میرے پاس موجود نہیں تو کیا میں وہ چیز اسے بیچ سکتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتبع مالیس عندك (۷۰)

تم وہ چیز فروخت مت کرو جو تمہارے پاس موجود نہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ابتاع طعاما فلایبیعه حتیٰ یقبضه (۷۱)

جس نے کھانے کوئی چیز (غلہ وغیرہ) خریدی تو وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت نہ کرے۔

ناپ تول میں کمی کرنا: ناپ تول میں کمی کرنا ایک تو اخلاقی جرم ہے، دوسرے یہ کئی برائیوں کا مجموعہ ہے، مثلاً جھوٹ، خیانت، دھوکہ دہی وغیرہ۔ اس لئے اسلام نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر پورا تولنے کا حکم آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ (۷۲)

۷۰۔ بیہقی۔ السنن الکبریٰ: ج ۸، ص ۵۹، رقم ۱۰۵۵۹

۷۱۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۱، رقم ۱۵۲۶۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۶، رقم ۲۱۳۶

۷۲۔ الانعام: ۱۵۲

Marfat.com

اور پیمانے اور میزان کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔

دوسری جگہ ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید آئی ہے جو ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَO اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ O وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَO(۷۳)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے، جب وہ لوگوں سے لیتے ہیں تو ناپ کر پورا لیتے ہیں جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر کے دیتے ہیں۔

ناپ تول میں کمی ایک تو یہ ہے کہ دکان دار سودا بیچنے میں ڈنڈی مارتا ہے اور خریدار کو وزن یا ناپ کے اعتبار سے چیز کم دیتا ہے۔ عرف عام میں اسی کو ناپ تول میں کمی کہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اپنی ڈیوٹی پوری نہیں دیتے، تاخیر سے کام پر پہنچتے ہیں یا وقت سے پہلے کام چھوڑ دیتے ہیں یا وقت تو پورا دیتے ہیں مگر اس میں سوتے رہتے ہیں یا کام کی طرف توجہ نہیں دیتے اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ سب ناپ تول میں کمی کے زمرے میں آتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں دردناک عذاب کی جو وعید آئی ہے وہ ایسے تمام لوگوں کے لئے بھی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس بخمس قيل يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وماخمس بخمس؟ قال مانقض قوم العهد الاسلط عليهم عدوهم، وماحكمو بغير ماانزل الله الا فشا فيهم الفقر، ولاظهرت فيهم الفاحشة الافشا فيهم الموت ولا منعوا الزكاة الا حبس عنهم القطر ولا طففوالمكيال الا حبس عنهم النبات واخذوا بالسنين (۷۴)

۷۳۔ المطففین: ۱۔۳

۷۴۔ ہیثمی۔ مجمع الزوائد: ج ۳، ص ۲۰۳، رقم ۴۳۴۶

Marfat.com

پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے آتی ہیں۔ صحابہ نے پوچھا وہ پانچ چیزیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

۱۔ جب کوئی قوم عہد توڑتی ہے تو اللہ اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

۲۔ جب وہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ کرتی ہے تو اس میں فقر (افلاس) پھیل جاتا ہے۔

۳۔ جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اس میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے۔

۴۔ جو قوم زکاۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے لگتی ہے، اس سے بارش روک لی جاتی ہے۔

۵۔ جب وہ ناپ تول میں کمی بیشی کرنے لگتی ہے، تو ان کی زمین سے روئیدگی روک لی جاتی ہے اور اسے قحط میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جلبت انا ومخرمة بزا من هجر فبعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم سراويل ثم وزان يزن بالاجر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم زن وارجح (۷۵)

میں اور مخرمہ مقام ہجر سے کپڑا خرید کر لائے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شلوار فروخت کی، وہاں ایک وزن کرنے والا تھا جو اجرت لے کر وزن کیا کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ وزن کیا کرو اور جھکتا ہوا تولا کرو۔

قسم کھا کر مال بیچنا: مال بیچنے اور گاہک کو مطمئن کرنے کے لئے قسمیں کھانا عام ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں جھوٹی قسمیں کھا لینا بھی کوئی عجیب بات نہیں۔ پس

۷۵۔ ابوداؤد طیالسی: کتاب البیوع والمکاسب

Marfat.com

جھوٹ بول کر یا جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنا یا ایسی کمائی جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اگر چہ وہ اپنی محنت سے حاصل کی گئی ہو حرام اور باطل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۷۶)

اور اپنا مال آپس میں ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد خداوندی (ولا تاکلوا الخ) کے الفاظ عام ہیں کہ باطل اور ناجائز طریق سے کسی کا مال نہ کھاؤ، اس میں کسی کا مال غصب کر لینا بھی داخل ہے۔ جھوٹ بول کر یا جھوٹی قسم کھا کر کوئی مال حاصل کر لینا یا ایسی کمائی جس کو شریعت اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے، اگر چہ اپنی جان کی محنت ہی سے حاصل کی گئی ہو وہ سب حرام اور باطل ہیں۔ (۷۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلاثة لاينظر الله اليهم يوم القيٰمة ولايزكيهم ولهم عذاب اليم

تین قسم کے لوگ ہیں، قیامت کے روز نہ تو اللہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہ سن کر ہم نے عرض کیا یہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ تو بڑے گھاٹے اور نقصان میں پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا:

المنان، والمسبل ازاره، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب (۷۸)

۷۶۔ البقرۃ: ۱۸۸

۷۷۔ معارف القرآن۔ محمد شفیع: ج ۱، ص ۴۶۰

۷۸۔ ترمذی: ج ۳، ص ۶، رقم ۱۲۱۵

Marfat.com

ا۔ دے کر احسان جتانے والا۔ ۲۔ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا۔ ۳۔ جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الحلف منفقة للسلعة، ممحقة للبركة (۷۹)

(جھوٹی) قسم سامان بکوا دیتی ہے اور برکت مٹا دیتی ہے۔

حرام اشیا کی تجارت: جو چیزیں حرام ہیں ان کی خرید و فروخت بھی حرام اور ناجائز ہے، مثلاً شراب، خنزیر وغیرہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان الله تعالیٰ اذا حرم شیأ حرم ثمنه (۸۰)

اللہ تعالیٰ نے جو چیز حرام کی ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحل ثمن شئ لا یحل اکله وشربه (۸۱)

اس چیز کی قیمت بھی حلال نہیں ہے جس چیز کا کھانا پینا حلال نہیں ہے۔

بیع منابذہ: عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا، اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی اپنا کپڑا فروخت کرنے کے لئے خریدنے والے کی طرف پھینک دیتا تھا۔ قبل اس کے کہ خریدار اس کپڑے کو الٹ پلٹ کر دیکھے یا اس کپڑے کی طرف دیکھے، صرف کپڑا خریدار کی طرف پھینک دینے ہی سے وہ بیع نافذ سمجھی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم

۷۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۴، رقم ۲۰۸۷

۸۰۔ الدار قطنی۔ السنن: ج ۳، ص ۷

۸۱۔ ایضاً

Marfat.com

کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الملامسة والمنابذة (۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

بیع ملامسہ: خرید وفروخت کا یہ طریقہ بھی ممنوع ہے۔ اس میں خریدار کپڑے کو دیکھے بغیر چھو دیتا تھا جس سے وہ بیع نافذ ہو جاتی تھی۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منابذہ سے منع فرمایا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی اپنا کپڑا بیچنے کے لئے خریدار کی طرف پھینک دیتا تھا اور قبل اس کے کہ وہ (خریدار) اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے بیع نافذ سمجھی جاتی تھی۔ اور آپ نے (بیع) ملامسہ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو دیکھے بغیر صرف اسے چھو دیتا تھا۔ (اس سے بیع نافذ ہو جاتی تھی)(۸۳)

بیع مزابنہ: اس طریقے میں خشک کھجور کو درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے میں فروخت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خشک انگور کو تازہ انگور کے بدلے میں فروخت کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ اس میں ربا کا شبہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن المزابنة ، قال والمزابنة ان يبيع التمر بكيل ان زاد فلي وان نقص فعلي (۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ انہوں نے کہا

۸۲۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۹، رقم ۲۱۴۶

۸۳۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۸، رقم ۲۱۴۴

۸۴۔ بخاری: ج ۲، ص ۳۴، رقم ۲۱۷۲

Marfat.com

کہ مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کو ناپ کر اس شرط پر بیچے کہ اگر زیادہ نکلی (تو جتنی زیادہ ہوگی) وہ میری اور کم نکلی تو میں اسے بھر دوں گا۔

بیع محاقلہ: زمین کو گیہوں کے عوض کرائے پر لینا یا کھیتی کو اس کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے فروخت کر دینا یا تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کرنا یہ بھی شرعاً ممنوع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن المحاقلة والمزابنة(۸۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

بیع مخاضرہ: پکنے سے پہلے ہی فصل کو کھیت میں بیچ دینے کا نام مخاضرہ ہے۔ بیع کی یہ قسم بھی ممنوع ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المحاقلة، والمخاضرة والملامسة والمنابذة، والمزابنة (۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مخاضرہ اور ملامسہ اور منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

بیع الحصاۃ: یہ جاہلیت کے لوگوں کی بیع کا ایک طریقہ تھا، جس میں فروخت کرنے والا خریدار سے کہتا کہ جب تو میری طرف کنکریاں پھینکے گا تو میرے اور تمہارے درمیان بیع واجب ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر وبيع الحصاة (۸۷)

۸۵۔ بخاری: ج ۲، ص ۳۶، رقم ۲۱۸۷

۸۶۔ بخاری: ج ۲، ص ۴۰، رقم ۲۲۰۷

۸۷۔ ترمذی: ج ۳، ص ۱۴، رقم ۱۲۳۴

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع اور کنکریاں پھینکنے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

بیع حبل الحبلی: یہ بھی جاہلیت کے زمانے کی ایک بیع تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص اونٹنی اس وعدے پر مول لیتا کہ جب وہ اونٹنی بچہ جنے پھر (اس کا بچہ) جو اس کے پیٹ میں ہے وہ بچہ جنے تب میں اس کی قیمت ادا کروں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حبل الحبلی سے منع فرمایا۔ (۸۸)

ان تمام طریقوں سے خرید وفروخت کرنے میں حکمت اور مصلحت بالکل واضح ہے، ان تمام صورتوں میں دھوکے اور ایک فریق کے صاف نقصان کا امکان ہے، جو اسلام پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اگر آئندہ کاروبار کی کوئی ایسی صورت متعارف ہوتی ہے، جس میں ان میں سے کوئی خرابی موجود ہو تو وہ بھی ناجائز تصور کی جائے گی۔

تجارت کے جائز طریقے

اسلام میں ہر شخص کو کاروبار کرنے اور ذاتی جائیداد یا سرمایہ رکھنے کی اجازت ہے۔ کاروبار یعنی تجارت کے بے شمار طریقے ہیں۔ ان میں سے کچھ طریقوں کی اسلام نے اجازت دی اور کچھ کو ناجائز کہا ہے۔ یہاں تجارت کے جائز طریقوں کو بیان کیا جا رہا ہے۔

ا۔ انفرادی کاروبار: آدمی اپنے سرمائے سے یا تو خود کاروبار کرتا ہے جیسے خردہ فروش یا کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھ کر اپنی نگرانی میں ان سے کام لیتا ہے۔ اکثر چھوٹی چھوٹی اور گھریلو صنعتیں اسی طریقے پر چلتی ہیں۔ یہ طریقہ زراعت میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کاروبار میں جو کچھ منافع یا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ دو چیزوں کا مجموعہ

۸۸۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۸، رقم ۲۱۴۳

Marfat.com

ہوتا ہے۔ ا۔ سرمایہ لگانے کی بنا پر منافع ۔۲۔ کاروبار چلانے کی محنت کا معاوضہ یعنی اجرت ۔ اجرت کی ادائیگی سرمائے کے مالک کے ذمے ہوتی ہے، خواہ مالک کو نفع ہو یا نہ ہو، کارکن کو پوری پوری اجرت دی جائے گی۔

۲۔ قراض یا مضاربت: حجاز کے لوگ اس طریقے کو قراض کہتے ہیں اور اہل عراق اس کو مضاربت کہتے ہیں۔ انگریزی اصطلاح میں اس کو سلیپنگ پارٹنر شپ (SLEEPING PARTNERSHIP) کہتے ہیں۔ اس طریقے میں تمام سرمایہ ایک آدمی فراہم کرتا ہے اور دوسرا شخص جس کو کارکن یا عامل کہتے ہیں، اس سرمائے پر محنت کرتا ہے، یعنی اس سے تجارت کرتا ہے اور نفع میں سے چوتھائی، تہائی یا نصف جو بھی آپس میں طے ہو جائے لیتا ہے۔

قراض یا مضاربت میں اگر نفع ہوتا ہے تو کارکن کو اس کا مقررہ حصہ ملتا ہے، بہ صورت دیگر اس کو کچھ نہیں ملتا۔ پس قراض کے کاروبار میں سرمایہ دار اور محنت کرنے والا کارکن دونوں نفع حاصل کرتے ہیں یعنی سرمایہ دار اپنے سرمائے کی بنا پر اور مضارب اپنی محنت کے نتیجے میں نفع کا حق دار ہوتا ہے۔ اگر کاروبار میں نقصان ہو جائے تو دونوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح سرمایہ لگانے والے کا سرمایہ ضائع ہوا اسی طرح کاروبار چلانے والے کارکن کی محنت ضائع ہوئی۔ لہٰذا نقصان کی صورت میں کارکن کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسلام نے اس قسم کے کاروبار کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینیں خیبر کے یہودیوں کو اس شرط پر بٹائی پر دی تھیں کہ وہ اس میں کام کریں اور جو کچھ اس کی پیداوار ہوگی اس کا نصف ان کو ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

اعطی رسول الله صلی الله علیه وسلم خیبرالیهود،ان یعملوها، ویزرعوها، ولهم شطرمایخرج منها (۸۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی اراضی یہود کو اس شرط پر دی

۸۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۹۴، رقم ۲۷۲۰

Marfat.com

کہ وہ اس میں کام کریں اور اس کو کاشت کریں، جو کچھ اس کی پیداوار ہوگی اس کا نصف ان کو ملے گا۔

لیکن اس صورت میں کارکن کے لئے چند شرائط ہیں

۱۔ کارکن اپنی محنت اور بھاگ دوڑ کی وجہ سے نفع میں حصہ پانے کا مستحق ہوتا ہے۔

۲۔ کارکن کے پاس سرمایہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اس لئے اگر سرمایہ ضائع ہو جائے تو اس کا کوئی تاوان نہیں۔

۳۔ کارکن کی حیثیت وکیل (ایجنٹ) کی ہے اور وہ سرمایہ دار کی رضامندی سے اس مال میں تصرف کرتا ہے، اس لئے وہ اس مال سے اشیا کی خرید وفروخت وغیرہ کا اختیار رکھتا ہے۔

۴۔ نفع حاصل ہونے کی صورت میں وہ اپنی محنت کی بنا پر نفع میں شریک ہوتا ہے۔

۵۔ اگر معاہدہ فاسد ہو جائے تو کارکن اجرت پانے کا مستحق ہے۔

۶۔ اگر کارکن معاہدے کی خلاف ورزی کرے تو غاصب سمجھا جائے گا، کیوں کہ اس نے دوسرے کے مال پر زیادتی کی ہے۔

۷۔ اپنے ہی شہر میں کاروبار کرنے کی صورت میں کارکن صرف منافع سے حصہ پائے گا۔

۸۔ اگر کارکن کو کاروبار کے لئے سفر کی ضرورت پڑے تو کھانے، پینے، لباس اور سواری کے اخراجات رواج کے مطابق پانے کا مستحق ہوگا۔

۹۔ نفع کی تقسیم سرمایہ دار کی موجودگی میں ہوگی۔

۳۔ شراکت: سرمایہ کاری کا یہ طریقہ بھی زمانہ قدیم سے رائج ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔ آپ نے بھی اس کو برقرار رکھا۔ کوئی شخص تنہا کسی بڑے تجارتی یا صنعتی کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اس لئے اس کام کو

Marfat.com

انجام دینے کے لئے دو یا دو سے زیادہ افراد مشترکہ سرمائے اور محنت کے ساتھ اس کام کو انجام دیتے ہیں اور نفع یا نقصان میں بھی وہی دونوں یا زیادہ افراد شریک ہوتے ہیں، جنھوں نے سرمایہ فراہم کیا اور محنت کی۔ اسی کو شراکت کہتے ہیں۔ اس میں سرمایہ بھی مشترک ہوتا ہے اور نفع ونقصان میں بھی سب حصے دار شریک ہوتے ہیں۔ شراکت کا تعلق اگر زراعت اور کھیتی باڑی سے ہو تو اس کو مزارعت کہتے ہیں۔ اگر اس کا تعلق درختوں وغیرہ سے ہو تو اس کو مساقات کہتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں چند شرائط کے ساتھ جائز کاروباری صورتیں ہیں۔ اس کی تفاصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

شرکت کی چند قسمیں ہیں:

الف۔ شرکت المفاوضہ: اس میں تمام شرکا لازمی طور پر کاروبار میں برابر برابر سرمایہ لگاتے ہیں۔ تصرف کرنے اور قرض ادا کرنے میں بھی سب شریک ہوتے ہیں۔

ب۔ شرکت العنان: اس کاروبار میں شرکا کا سرمایہ برابر نہیں ہوتا۔ اس میں کسی شریک کو یہ حق نہیں کہ وہ مشترکہ مال میں سے کسی کو قرض دے۔

ج۔ شرکت الصنائع یا شرکت الابدان: اس میں کاری گر اور دیگر کام کرنے والے مزدور مل کر کام کرتے ہیں، مثلاً دو درزی اس شرط پر شرکت کریں کہ وہ لوگوں کے آرڈر لے کر کام کریں گے اور اس کی آمدنی دونوں کے لئے مشترک ہوگی۔

د۔ شرکت الوجوہ: اس میں دو آدمی کسی سرمائے کے بغیر یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ دونوں اپنی اپنی ساکھ اور اعتبار کی وجہ سے خرید وفروخت کریں گے اور نفع میں شریک رہیں گے۔ اس میں دونوں کو برابر نفع ملے گا۔ نفع میں کمی بیشی جائز نہیں۔

مرابحہ: یہ بھی بیع کی ایک شکل ہے۔ اس میں فروخت کرنے والا اپنا نفع رکھ کر خریدار کو چیز فروخت کرتا ہے۔

بیع سلم: پیشگی دام دے کر مال خریدنا۔

تولیہ: یہ بھی خرید وفروخت کی ایک شکل ہے، جس میں فروخت کرنے والا خریدار کو باور کراتا ہے کہ وہ اسی دام پر اس کو دے رہا ہے جس دام پر وہ چیز لی گئی ہے۔

Marfat.com

کمیشن کاروبار: اسلام میں کمیشن لے کر کاروبار کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی (سمسار) سے کہا جائے کہ اس کپڑے کو بیچو اور فلاں فلاں قیمت سے زیادہ جو کچھ ملے وہ تمہارا ہے۔ (۹۰)

نیلام یا بیع مزایدہ: نیلام کو عربی میں بیع مزایدہ کہتے ہیں۔ اس میں ایک آدمی دوسرے آدمی کی بولی پر بولی دیتا ہے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے۔ چوں کہ اس میں نیلام کرنے والے اور بولی دینے والے تمام لوگوں کی رضامندی ہوتی ہے، اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ آج کل نیلام میں کچھ ایسی چیزیں داخل ہوگئی ہیں جو ناجائز اور حرام تک ہیں، اس لئے شریعت کی حدود کے اندر نیلام کی اجازت ہے اس سے باہر اجازت نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے پوچھا کیا تیرے گھر میں کچھ ہے۔ اس نے عرض کی ہاں ایک کمبل ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور کچھ حصہ بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں چیزیں لے آیا۔ آپ نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں کون خریدتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں اور اس سے دو درہم لے لئے۔ پھر آپ نے اس انصاری کو وہ دونون درہم دے کر فرمایا کہ ایک درہم سے کھانے کی چیزیں لے کر اپنے گھر والوں کو دے دو اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ کلہاڑی لے کر آیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی کا دستہ لگایا اور پھر اس سے کہا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور پندرہ دن تک میں تمہیں نہ دیکھوں۔ چناں چہ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور بیچتا رہا۔ پھر وہ آیا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ اس نے کچھ

۹۰۔ بخاری: ج ۲، ص ۶۰، رقم ۲۲۷۳

Marfat.com

کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تیرے مانگنے کی وجہ سے قیامت کے روز تیرے چہرے پر ایک داغ ہو۔(۹۱)

ارتکاز دولت کا انسداد

سرمایہ داری کی جو لعنت سود اور ارتکاز کی شکل میں دنیا پر مسلط ہے اس سے چھٹکارے کی راہ بھی اسلام کے سوا کوئی نہیں دکھاتا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں حکومت ارتکاز دولت کے معاملے میں بالکل بے بس ہوتی ہے، مگر اسلامی نظام میں حکمران کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی پر ظلم و زیادتی کئے بغیر شریعت اسلامی کو نافذ کرے۔ اس غرض کے لئے اس کو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کر سکے، جس سے دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہیں رہ سکتی۔ اسلامی قوانین میں ایسا کوئی قانون موجود نہیں جس کا مقصد مال و دولت کو چند مخصوص افراد تک محدود رکھنا ہو۔ قرآن کریم نے اس سلسلے میں واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ (۹۲)

تاکہ دولت تمہارے دولت مندوں ہی میں گردش نہ کرتی رہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جو قوانین وضع کئے ان کا مقصد یہ ہے کہ دولت کو مسلسل تقسیم اور گردش میں رکھا جائے۔ ارتکاز دولت کا انسداد ان احکام و قواعد سے بہ خوبی حاصل ہو جاتا ہے جو قرآن و حدیث میں مقرر ہوئے ہیں، مثلاً زکوٰۃ، وصیت کے اختیار کی تحدید، میت کی جائیداد میں اس کے وارثوں کے حصے، حکومت کی آمدنی میں سے غریبوں اور محتاجوں کا حصہ لازمی طور پر مقرر کیا جانا، مختلف کفارات، رفاہی کاموں میں خرچ کرنے کی ترغیب اور اسی طرح کے دوسرے احکام وغیرہ۔ اسلام انفرادی ملکیت پر

۹۱۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۴۱، رقم ۱۶۴۱

۹۲۔ الحشر: ۷

Marfat.com

کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتا۔اس سے لوگوں میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔اس طرح اسلام کا معاشی نظام ایک مکمل نظام کی حیثیت رکھتا ہے، جو نہ سرمایہ داری ہے اور نہ اشتراکی، بل کہ اس میں دونوں کی خوبیاں موجود ہیں اور یہ دونوں کی خامیوں سے پاک ہے۔اسلام نے ارتکاز دولت کے انسداد کے لئے جو اقدامات تجویز کئے، ذیل میں ان کو مختصراً بیان کیا جارہا ہے:

۱۔زکوٰۃ ۔۲۔ عشر ۔۳۔ کفارات ۔۴۔صدقات نافلہ۔ ۵۔ وصیت۔ ۶۔ وراثت ۔۷۔اوقاف۔

۱۔زکوٰۃ

یہ اسلام کے پانچ بنیادی فرائض میں سے ایک فرض اور مالی عبادت ہے، جو سابقہ انبیا علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی دینی فریضے کی حیثیت سے جاری رہی، اگرچہ نصاب زکوٰۃ، مقدار زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ کی صورتیں مختلف رہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال کا کچھ حصہ خرچ کرنے کی قدرِ مشترک سب میں یکساں ہیں۔فقہا کی اصطلاح میں زکوٰۃ مال کے اس حصے کو کہتے ہیں جو مال دار مسلمان اللہ کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق محض اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لئے ان نادار مسلمانوں کو دیتا ہے جو شرعاً زکوٰۃ لینے کے حق دار ہیں، اور وہ اس مال سے اپنا نفع بالکل ختم کر کے ان (مستحقین زکوٰۃ) کو اس مال کا مالک بنا دیتا ہے۔اس کی اصل غرض مال داروں سے دولت لے کر ناداروں میں تقسیم کرنا ہے۔اس کا ادا کرنا فرض ہے۔زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب ہے۔اس کی ادائیگی میں بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے۔زکوٰۃ اس مال پر واجب ہوتی ہے جو خود بڑھتا ہو یا کام کر کے اس کو بڑھایا جا سکتا ہو۔قرآن کریم میں نماز کی طرح زکوٰۃ کا بھی کثرت سے ذکر آیا ہے۔

اسلام نے زکوٰۃ کی مدت ایک سال مقرر کی ہے اور ہر سال اس کا ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔لہٰذا ہر صاحب نصاب پر ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔زکوٰۃ کے

Marfat.com

تفصیلی احکام نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام کی یہی عادت تھی کہ جو کچھ کماتے اس میں سے اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد جو کچھ بچ جاتا وہ سب صدقہ کر دیتے تھے، اور ہر شخص اپنی اپنی زکوٰۃ خود ادا کرتا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط (۹۳)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک وصاف کر دیں گے اور آپ ان کے لئے دعائے خیر کیجئے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کے مصرف پر خرچ کرنا اسلامی حکومت کا فریضہ قرار دیا گیا۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ مستقل حکم ہے، جس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے اموال کی زکوٰۃ وصدقات جمع کرنے اور پھر قرآن کریم کے بتائے ہوئے مصارف میں خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ (۹۴)

چاندی کا نصاب: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ نصاب کے برابر سونا یا چاندی یا نقد رقم یا تینوں کو ملانے سے نصاب پورا ہو جائے اور اس پر پورا سال گزر جائے تو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو (عامل بنا کر) یمن بھیجا تو آپ نے فرمایا:

فاذا اطاعوبها فخذ منهم، وتوق كرائم اموال الناس (۹۵)

جب وہ اسے مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرنا اور زکوٰۃ کے طور

۹۳۔ التوبہ: ۱۰۳

۹۴۔ مولانا سید زوار حسین شاہ۔ عمدۃ الفقہ: ج ۳، ص ۱۲

۹۵۔ بخاری: ج ۱، ص ۳۵۸، رقم ۱۴۵۸

Marfat.com

پر عمدہ چیزیں لینے سے اجتناب کرنا۔

سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق (زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے) ہمارے پاس آیا۔ میں اس کے پاس جا کر بیٹھا اور اس کو سنا۔ وہ کہتا تھا کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم دودھ پلانے والے جانور نہ لیں اور جدا جدا مال کو ایک جگہ نہ کریں (زکوٰۃ بڑھانے کے لئے) اور ملے ہوئے مال کو جدا نہ کریں۔ ایک شخص ان کے پاس اونچی کوہان والی زبردست اونٹنی لے کر آیا اور کہا کہ لو۔ اس نے انکار کر دیا۔(۹۶)

صدقۃ الفطر: یہ بھی زکوٰۃ ہی کی قسم سے ہے اور ماہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے یا بعد میں گھر کے ہر فرد کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ۔ اس کی مقدار گیہوں میں نصف صاع اور جو اور کھجور میں ایک صاع ہے۔ ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے۔

مال تجارت کی زکوٰۃ: جو مال تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو وہی مال تجارت ہے۔ اگر اس کی قیمت سونے چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جس شہر میں مال تجارت موجود ہو اسی شہر کے نرخ سے قیمت لگائی جائے گی۔ اگر مال تجارت جنگل میں ہو تو اس کی قیمت اس شہر کی قیمت کے مطابق لگائی جائے گی جو وہاں سے زیادہ قریب ہو۔

سائمہ یعنی جنگل میں چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ: جو جانور جنگل میں چرتے ہیں اور ان کی چرائی پر مالک کو کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا، ایسے جانور خواہ تمام نر ہوں یا تمام مادہ یا ملے جلے ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے، بہ شرطے کہ وہ بہ قدر نصاب ہوں۔ سائمہ جانوروں میں اونٹ، گائے اور بکری شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور سائمہ پہ زکوٰۃ نہیں۔

اونٹوں کی زکوٰۃ: اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ ہیں۔ اس سے کم میں زکوٰۃ

۹۶۔ نسائی۔ کتاب الزکوٰۃ باب الجمع بین المتفرق والتفریق بین المجتمع: ج ۲، ص ۱۳۱

Marfat.com

نہیں۔ نصاب کے اونٹ خواہ نر ہوں یا مادہ یا ملے جلے ہوں، پانچ اوٹ سے لے کر ۲۴ر اونٹ تک ہر پانچ اونٹ پر زکوٰۃ میں ایک ایسی بکری دینا واجب ہے جس کی عمر کا پہلا سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو گیا ہو، خواہ وہ بکری مادہ ہو یا نر۔

۲۵ ر اونٹ پر ایک ایسی اونٹنی واجب ہو گی جس کی عمر کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ ۳۶ ر اونٹوں پر ایک ایسی اونٹنی دی جائے گی جس کی عمر کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ (۹۷)

اونٹوں کی زکوٰۃ میں مادہ جانور دیا جائے گا، نر جائز نہیں۔ البتہ جب بکری واجب ہوتی ہے تو اس کا نر اور مادہ دونوں جائز ہیں۔

گائے، بیل، بھینس وغیرہ کی زکوٰۃ: گائے اور بھینس خواہ نر ہو یا مادہ، دونوں کا نصاب ایک ہے۔ جنگل میں چرنے والی گائے اور بھینس کا نصاب تیس گائے یا تیس بھینسوں کا ہے۔ اگر گائے اور بھینس دونوں کو ملا کر نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملا کر زکوٰۃ میں وہ جانور دیا جائے گا جو تعداد میں زیادہ ہو۔ اگر تعداد میں گائے زیادہ ہوں گی تو گائے کا ایک ایسا بچہ دیا جائے گا جس کی عمر کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو اور اگر بھینس زیادہ ہو تو بھینس کا ایک بچہ دیا جائے گا جس کی عمر کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ (۹۸)

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ: جنگل میں چرنے والی بھیڑ و بکریوں کا نصاب چالیس ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ جب تعداد چالیس ہو جائے اور اس پر پورا سال گزر جائے تو زکوٰۃ میں ایک بکری یا بھیڑ واجب ہو گی۔ ۱۲۱ کی تعداد پر ۲ بکریاں یا ۲ بھیڑیں واجب ہوں گی۔ (۹۹)

گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر وہ تجارت کے لئے ہوں اور ان کی قیمت

۹۷۔ مزید تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔

۹۸۔ مزید تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔

۹۹۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ دیکھئے۔

Marfat.com

نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو قیمت کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ لی جائے گی خواہ وہ گھوڑے جنگل میں چرتے ہوں یا گھر پر گھاس کھاتے ہوں۔

گدھے، خچر، سدھائے ہوئے کتوں اور ہرن وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر یہ جانور تجارت کے لئے ہوں تو تجارتی مال کی طرح قیمت کے اعتبار سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ لی جائے گی۔ جو جانور ہل چلانے، زمین سیراب کرنے یا بار برداری کے کام آتے ہیں یا نصف سال سے زیادہ گھر پر چارہ کھاتے ہیں، ان پر زکوٰۃ نہیں۔

مصارف زکوٰۃ: زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے آٹھ مصارف ہیں:

۱۔ فقیر: جس کے پاس تھوڑا سا بڑھنے والا مال ہو اور وہ قرض سے بچا ہوا ہو اس کو فقیر کہتے ہیں۔ فقیر عالم کو زکوٰۃ دینا، فقیر جاہل کو دینے سے افضل ہے۔ غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی خواہ وہ ذمی (جزیہ دینے والا) ہو یا حربی (جو غیر مسلم ریاست میں رہتا ہو)۔ (۱۰۰)

۲۔ مسکین: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ اپنے کھانے یا بدن ڈھانپنے کے لئے مانگنے پر مجبور ہو اور اس کے لئے سوال کرنا حلال ہو۔ زکوٰۃ کے حکم کے اعتبار سے فقیر اور مسکین دونوں یک ساں ہیں کہ جس کے پاس اس کی ضرورت اصلیہ سے زائد بہ قدر نصاب مال نہ ہو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ (۱۰۱)

۳۔ عامل: عامل اس کارکن کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکوٰۃ اور عشر وغیرہ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتا ہے۔ عامل کو اوسط درجے کا خرچ دیا جائے گا۔ (۱۰۲)

۴۔ مؤلفۃ القلوب: ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۰۰۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی۔ تفسیر مظہری: ج ۴، ص ۲۳۱۔ عمدۃ الفقہ: ج ۳، ص ۱۲۷

۱۰۱۔ ۹۹۔ مظہری: ج ۴، ص ۲۳۲۔ معارف القرآن: ج ۴، ص ۳۹۶

۱۰۲۔ مظہری: ج ۴، ص ۲۳۳

Marfat.com

۱۔ وہ جن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے تالیف قلب کی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔

۲۔ وہ جو مسلمان تو ہو چکے تھے مگر ان کا ایمان قوی نہ تھا۔ جیسے عیینہ بن حصن، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس اسلمی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اس لئے عطا کیا کہ ان کا اسلام قوی ہو جائے۔

۳۔ وہ لوگ جن کو اس لئے عطا کیا گیا، تا کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔ اس تیسری قسم میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں کفار و مانعین زکوٰۃ سے قتال کے لئے صدقات وغیرہ عطا کر کے ان کی تالیف قلب کی گئی۔

یہ تالیف قلب اب ختم ہو چکی ہے، کیوں کہ اللہ نے اسلام کو عزت عطا کر دی ہے۔ (۱۰۳)

۵۔ رقاب: اس سے مراد وہ غلام ہیں جن کے آقاؤں نے مال کی ایک خاص مقدار متعین کر کے کہہ دیا کہ اگر تم اتنا مال کما کر ہمیں دے دو تو تم آزاد ہو۔ شرعی اصطلاح میں اس کو مکاتب کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو آزادی حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ میں سے حصہ دیا جائے۔ غلام کی گلو خلاصی کے لئے دینا فقیر و مسکین کو دینے سے زیادہ افضل ہے۔

۶۔ غارم یعنی قرض دار: اگر مقروض کے پاس قرض ادا کرنے کے لئے کچھ نہ ہو تو اس کو قرض کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ دینا جائز ہے بہ شرطے کہ وہ شخص غیر ہاشمی ہو۔ غلام کی گلو خلاصی کی طرح قرض دار کو قرض کی ادائیگی کے لئے دینا عام فقرا و مساکین کو دینے سے زیادہ افضل ہے۔ (۱۰۴)

۷۔ فی سبیل اللہ: اس سے وہ غازی مراد ہیں جو اپنے فقر کی وجہ سے خرچہ یا سواری نہ ہونے کی بنا پر جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت سے عاجز ہوں۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ طالب علموں اور دین دار مستحق عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے۔ (۱۰۵)

۱۰۳۔ مرغینانی۔ ہدایہ: کتاب الزکاۃ، ج ۱، ص ۱۸۴

۱۰۴۔ معارف القرآن: ج ۴، ص ۴۰۶

۱۰۵۔ عمدۃ الفقہ: ج ۳، ص ۱۳

Marfat.com

۸۔ مسافر: ابن السبیل سے مراد مسافر ہے۔ جو مسافر وطن سے دور ہونے کی بنا پر اپنے مال سے جدا ہے اور اس کے پاس خرچ ختم ہو گیا ہے یا اس کا مال چوری ہو گیا ہے یا کوئی اور ایسی وجہ ہو گئی کہ گھر تک پہنچنے کا خرچ نہیں رہا تو ایسے مسافر کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ وہ اپنے وطن میں مال دار ہو۔ ایسے مسافر کو اپنی ضرورت کے لئے لینا جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ لینا حلال نہیں۔ (۱۰۶)

۲۔ عشر

فصل اور پھلوں کی زکوٰۃ کو عشر کہتے ہیں۔ اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں۔ پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب ہوتا ہے بہ شرطے کہ پیداوار کی مقدار ایک صاع (ساڑھے تین سیر انگریزی) سے کم نہ ہو۔ زرعی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لئے پورا سال گزرنا شرط نہیں بل کہ سال میں جتنی مرتبہ پیداوار حاصل ہو گی اتنی ہی دفعہ عشر واجب ہو گا۔ سبزیوں وغیرہ میں بھی عشر واجب ہے۔ جو زمینیں، بارش کے پانی، ندی نالوں اور نہروں وغیرہ سے آلات کے بغیر سیراب ہوتی ہیں ان میں دسواں حصہ (عشر) واجب ہے۔ اگر زمین کو کنوئیں، رہٹ، ٹیوب ویل وغیرہ آلات سے سیراب کیا گیا، ہو یا پانی خرید کر زمین سیراب کی گئی ہو تو نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہو گا۔

سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فیما سقت السمآء والعیون، او کاعثریا، العشر وماسقی بالنضح نصف العشر (۱۰۷)

وہ زمین جسے آسمان (بارش کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود

۱۰۶۔ عمدۃ الفقہ: ج ۲، ص ۱۳۱

۱۰۷۔ بخاری: ج ۱، ص ۳۶۵، رقم ۱۴۸۳۔ مسلم: ج ۲، ص ۷۵، رقم ۹۸۱۔ ترمذی: ج ۲، ص ۱۴۳، رقم ۶۳۹۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۵۷۹، رقم ۱۸۱۶

Marfat.com

یہ خود سیراب ہوتی ہو، اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے گا
اور جو زمین کنوئیں سے پانی کھینچ کر سیراب کی جائے اس سے نصف
عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔

زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف اوپر بیان ہوئے ہیں، عشر کے مصارف بھی وہی ہیں۔

۳۔ وراثت

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو وہ نہایت بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ نیز یہ کہ اگر باپ مسلمان ہے تو بیٹا کافر ہے، ایک بھائی کافر ہے تو دوسرا بھائی مسلمان، ایسی حالت میں وراثت کا قانون نافذ نہیں ہوسکتا تھا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت کے لئے مہاجرین وانصار میں مواخات کا رشتہ قائم فرمایا، جس سے مہاجرین وانصار آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور ان کو سگے بھائیوں جیسے حقوق حاصل ہو گئے۔ لہٰذا اگر کوئی انصاری مرتا تو اس کا مہاجر بھائی اس کی جائیداد کا وارث وحق دار ہوتا۔ یہ صورت حال جنگ بدر تک رہی۔ عربوں میں اس سے پہلے بھی یہ دستور تھا کہ دو آدمی آپس میں معاہدہ کر لیتے کہ ہم دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ جب ان دونوں میں سے کوئی مرتا تو دوسرا اس کا وارث ہوتا۔ پھر ۳ ہجری میں قرآن کریم نے یہ قاعدہ منسوخ کر دیا۔ چناں چہ ارشاد ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ (۱۰۸)

اور جو لوگ رشتے دار ہیں وہ اللہ کے حکم کی رو سے آپس میں ایک
دوسرے (کی وراثت) کے زیادہ حق دار ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد مواخات کی بنا پر وراثت موقوف ہوگئی اور خاندان اور قرابت داروں میں وراثت جاری ہوگئی۔

۱۰۸۔ الانفال: ۷۵

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَامَوَالِيَ (۱۰۹) کے بارے میں فرمایا کہ موالی کے معنی ورثا کے ہیں اور وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ (۱۱۰) کا مطلب یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینے آئے تو مہاجرین کے ورثا انصاری ہوتے تھے، ان کے رشتے دار وارث نہیں ہوتے تھے۔ یہ اس اخوت کی وجہ سے تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی۔ پھر (مہاجرین کے ورثا کے آجانے کے بعد) جب آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَامَوَالِيَ نازل ہوئی تو پہلی آیت وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ منسوخ ہوگئی (یعنی پہلی مواخات منسوخ ہوگئی) سوائے امداد، تعاون اور خیر خواہی کے (یہ مسلمان پر اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے ضروری ہے) اور وصیت جتنی چاہے کی جاسکتی ہے۔ (۱۱۱)

غزوہ احد کے موقع پر ایسے بہت سے صحابہ شہید ہوگئے جو شہادت سے پہلے وصیت نہ کر سکے اس لیے ان کی میراث کی تقسیم میں دقت پیش آئی۔ آخر ۴ھ میں سورۂ نسا کی آیات ۱۱۔۱۴ میں وراثت کے مفصل احکام نازل ہوئے جن کی رو سے مردوں، عورتوں اور دیگر رشتے داروں کے حصے مقرر ہوئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ سعد بن ربیع کی عورت اپنی دونوں لڑکیوں کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں سعد کی بیٹیاں ہیں جو احد کے دن آپ کے ساتھ شہید ہوگئے۔ جو کچھ مال ان کے باپ نے چھوڑا تھا وہ سب ان کے چچا نے لے لیا ہے۔ اور لڑکی کا نکاح اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے پاس مال ہو۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے یہاں تک کہ آیت میراث (يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ) (۱۱۲) آخر تک نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ربیع کے بھائی کو بلایا اور فرمایا:

۱۰۹۔ النسا:۳۳

۱۱۰۔ النسا:۳۳

۱۱۱۔ بخاری: ج۲، ص۶۶، رقم ۲۲۹۲

۱۱۲۔ النساء:۱۱

Marfat.com

اعط ابنتی سعد ثلثی ماله واعط امرء ته الثمن وخذ انت وما بقی (۱۱۳)

سعد کے مال میں سے اس کی دونوں بیٹیوں کو ۲ تہائی مال دے دو اور اس کی عورت کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو کچھ باقی بچے وہ تم لے لو۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے ،اس وقت میں بنی سلمہ میں مریض تھا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں اپنا مال اپنی اولاد میں کس طرح تقسیم کروں؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ آیت يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ نازل ہوئی۔(۱۱۴)

میراث وہ مال ہے جو کسی کے مرنے پر شرعی طور پر اس کے وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے یا وصیت کے ذریعے کسی خاص وارث کو یا کسی اور کو ملتا ہے۔ یورپ میں عموماً مرنے والے کا سارا ترکہ اس کے بڑے لڑکے کو مل جاتا ہے اور باقی سب محروم رہتے ہیں۔اس کے علاوہ اگر مرنے والا چاہے تو اپنی اولاد کو محروم کر کے اپنے سارے ترکے کی وصیت کسی بھی شخص کے نام کر سکتا ہے۔اس سے دولت تقسیم ہونے اور پھیلنے کی بہ جائے سمٹتی اور محدود ہوتی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ اپنی لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے تھے۔اسی طرح متوفی کی بیوی صرف ترکے ہی سے محروم ہی نہیں رہتی تھی بل کہ وہ خود کسی وارث کو ترکے میں مل جاتی تھی۔متوفی کے چھوٹے لڑکے بھی میراث میں حصہ پانے سے محروم رہتے تھے۔متوفی کے صرف بڑے بیٹے کو میراث میں حصہ ملتا تھا۔اگر بڑا بیٹا نہ ہوتا تو متوفی کا باپ یا بھائی میراث میں حصہ پاتا،کیوں کہ عرب کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں صرف ان کو میراث میں حصہ دیتے تھے جو دشمن سے جنگ کرنے کی صلاحیت رکھتے

۱۱۳۔ابن ماجہ: ج ۳،ص ۲۰۲،رقم ۲۷۲۰۔ترمذی: ج ۴،ص ۲۸،رقم ۲۰۹۹

۱۱۴۔ترمذی: ج ۴،ص ۳۰،رقم ۲۱۰۳

Marfat.com

ہوں۔ اگر کسی کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی کو متبنّیٰ بنا لیتا اور اس کی تمام دولت اس لے پالک کو مل جاتی۔

اس کے برعکس اسلام نے جنگی صلاحیت کی بہ جائے نسبی تعلق کو بنیاد بنایا اور قرار دیا کہ متوفی کا ترکہ اس کی اولاد میں تقسیم کیا جائے گا، خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، مذکر ہو یا مؤنث، خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے بعد یہی دولت اور جائیداد ان کے ورثا میں تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسلام نے بیوی کو ترکے کا مستحق قرار دیا ہے۔ اسی طرح دولت چند افراد میں محدود نہیں رہتی بل کہ وہ پورے معاشرے میں گردش کرتی رہتی ہے۔

نظامِ وراثت کی خصوصیات

اسلامی نظامِ وراثت کی اہم خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ قرابت کے لحاظ سے وارثوں کی ایک طویل فہرست رکھی گئی ہے جس سے متروکہ دولت زیادہ سے زیادہ تقسیم ہوتی اور پھیلتی ہے۔

۲۔ دنیا کے تمام نظام ہائے وراثت کے برعکس، اسلام نے عورتوں کو بھی میراث کا مستحق قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ص وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ط نَصِيبًا مَّفْرُوضًا O(۱۱۵)

مردوں کے لئے بھی اس مال میں ایک حصہ ہے جو والدین اور اقربا چھوڑ کر جائیں اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں ایک حصہ ہے جو والدین اور اقربا چھوڑ کر جائیں۔ تھوڑے میں سے بھی اور زیادہ میں سے بھی ایک حصہ مقرر ہے۔

۳۔ اسلام نے مرنے والے کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ کسی وارث کو محروم کر دے

۱۱۵۔ النسا: ۷

Marfat.com

یا کسی حصے میں ترمیم کر دے۔

۴۔ چھوٹی اور بڑی اولاد میں کوئی فرق نہیں کیا گیا بلکہ سب کو برابر حصہ دیا گیا ہے۔

۵۔ کسی وارث کے لئے اس کے وراثت کے حصے کے علاوہ کسی قسم کے مال کی وصیت کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ اس طرح متوفی کے مال میں سے کوئی وارث اپنے وراثت کے حصے کے سوا کچھ نہیں پا سکتا۔

۶۔ متوفی وارثوں کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ اس طرح وراثت کی تقسیم سے پہلے دولت کا ایک حصہ وصیت پر صرف ہو جاتا ہے۔

۷۔ وصیت کرنے والے کو صرف ایک تہائی مال تک کی وصیت کا اختیار ہے۔ اس طرح اقربا کے حقوق بھی محفوظ ہو گئے اور ارتکاز دولت کے اس خطرے کا بھی سدباب ہو گیا جو پورے مال کی وصیت کی صورت میں پیدا ہو سکتا تھا۔

۴۔ وصیت

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖ صلے ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَاسَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝(۱۱۶)

تم پر یہ بات فرض کر دی گئی کہ جب تم میں سے کسی کی موت نزدیک آئے اور وہ ترکے میں کچھ مال چھوڑے تو اس کو ماں باپ اور رشتے داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کرنی چاہیے۔ یہ پرہیزگاروں پر ضروری ہے۔ پھر جو شخص اس وصیت کو سن کر بدل

۱۱۶۔ البقرة: ۱۸۰۔۱۸۲

Marfat.com

دے تو اس کا گناہ اسی پر ہے جو اس کو بدلتا ہے۔ بے شک اللہ خوب سننے والا ہے۔ اور جس کو وصیت کرنے والے کی جانب سے طرف داری یا ناانصافی کا اندیشہ ہو اور اس نے ان میں صلح کرا دی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

اسلام میں جب تک میراث کے حصے مقرر نہیں ہوئے تھے، یہ حکم تھا کہ مرنے والا اپنے ترکے کے ایک تہائی میں اپنے والدین اور دوسرے رشتے داروں کے لئے جتنا دینا مناسب سمجھے اس کی وصیت کر دے۔ باقی دو تہائی جو بچتا تھا وہ اولاد کا حق ہوتا تھا۔ اس آیت میں وصیت کے اسی حکم کا بیان ہے۔ اس کے تین جز ہیں:

۱۔ مرنے والے کے ترکے میں اولاد کے سوا کسی دوسرے وارث کے حصے مقرر نہیں ہیں۔ ان کے حصوں کا تعین مرنے والے کی وصیت کی بنیاد پر ہوگا۔

۲۔ دوسرے رشتے داروں کے لئے وصیت کرنا مرنے والے پر فرض ہے۔

۳۔ ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔

ان تینوں احکام میں سے پہلا حکم اکثر صحابہ وتابعین کے نزدیک میراث کی آیات نازل ہونے کے بعد منسوخ ہوگیا۔ دوسرا حکم جس کی رو سے رشتے داروں کے لئے وصیت کرنا فرض ہے وہ باجماع امت منسوخ ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ اللہ نے ہر ایک حق والے کو اس کا حق خود دے دیا ہے، اس لئے اب وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ البتہ جو رشتے دار شرعی وارث نہیں ان کے لئے ایک تہائی مال تک وصیت کرنے کی اجازت ہے۔ تیسرا حکم جس میں ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں، اب بھی باقی ہے۔ البتہ وارثوں کی اجازت سے ایک تہائی مال سے زیادہ بل کہ پورے مال کی وصیت جائز ہے۔ (۱۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۱۷۔ مفتی محمد شفیع۔ معارف القرآن: ج ۱، ص ۴۳۹۔ ۴۴۰

Marfat.com

الحقوا الفرائض باهلها، فما بقی فھو لاولی رجل
ذکر (۱۱۸)

میراث اس کے مستحق تک پہنچا دو اور جو کچھ بچے وہ سب سے زیادہ
قریبی مرد رشتے دار کا حصہ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں اس وقت مکے میں تھا۔ (حجۃ الوداع یا فتح مکہ کے موقع پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آپ نے فرمایا:

یرحم اللہ بن عفراء، قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی بمالی کلہ؟ قال لا، قلت فالشطر؟ قال لا، قلت الثلث: قال فالثلث والثلث کثیر، انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیھم وانک مھما انفقت من نفقۃ فانھا صدقۃ حتی اللقمۃ التی ترفعھا الی فی امرأتک دعی اللہ ان یرفعک فینتفع بک ناس ویضربک آخرون ولم یکن لہ یومئذ الا ابنۃ (۱۱۹)

اللہ ابن عفراء (سعد) پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں (اللہ کی راہ میں) اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں عرض کیا پھر آدھے کی کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا تہائی کی کر دوں۔ آپ نے فرمایا ایک تہائی کی کر سکتے ہو اور ایک تہائی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مال دار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم

۱۱۸۔ بخاری: ج ۴، ص ۲۶۵، رقم ۶۷۳۲

۱۱۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۰۵، رقم ۲۷۴۲

Marfat.com

انہیں محتاج چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، اور
اس میں کوئی شک نہیں کہ تم جب بھی خرچ کرو گے تو وہ صدقہ ہوگا،
یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔
ممکن ہے اللہ تمہیں شفا دے اور بہت سے لوگوں کو تم سے فائدہ ہو
اور دوسرے بہت سے لوگ (اسلام کے مخالف) نقصان اٹھائیں۔
اس وقت تک حضرت سعد کی ایک صاحب زادی تھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد کی بیماری بہت سنگین تھی اور بچنے کی امید نہیں تھی۔ اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں دینے کے بارے میں پوچھا۔ ان کے متعلق آپ کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور اس واقعے کے بعد وہ پچاس سال تک زندہ رہے اور اسلام میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے۔

۵۔ صدقات نافلہ

قرآن کریم میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے دیئے ہوئے رزق میں سے ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ جیسے ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (۱۲۰)

اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرلو جس دن نہ تو خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

۱۲۰۔ البقرۃ:۲۵۴

Marfat.com

وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ O (۱۲۱)

اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اورزمین کے برابر ہے اور وہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت میں مغفرت کو جنت پر مقدم کرنے میں اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ مغفرت الٰہی کے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں، کیوں کہ انسان اگر تمام عمر بھی نیک کام کرتا رہے اور گناہوں سے بچتا رہے تب بھی اس کے تمام اعمال جنت کی قیمت نہیں ہوسکتے، بل کہ انسان کو دنیا میں جو نعمتیں حاصل ہیں اس کے اعمال تو ان میں سے بھی کسی ادنیٰ نعمت کا بدل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے جنت میں لے جانے والی صرف مغفرت الٰہی اور اس کا فضل ہے۔ اگرچہ ہمارے اعمال جنت کی قیمت نہیں ہوسکتے، مگر اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت یہی ہے کہ وہ اپنے فضل سے اسی بندے کو نوازتا ہے جو اس پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کرتا ہے۔ اس لئے اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

قال اللہ تبارك وتعالیٰ یاابن آدم انفق انفق علیك وقال یمین اللہ ملائی سحاء لا یغضیضھا شئ اللیل والنھار (۱۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر کہ میں بھی تیرے اوپر خرچ کروں اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات دن خرچ کرنے سے کچھ کم نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر اسلامی ریاست اور غریبوں کی ضروریات کے لئے صحابہ کرام کو صدقات نافلہ کی طرف متوجہ فرمایا تو لوگوں نے خوب دل کھول کر اس میں حصہ لیا۔

۱۲۱۔ آل عمران: ۱۳۳

۱۲۲۔ مسلم: ج ۲، ص ۸۶، رقم ۹۹۳

Marfat.com

غزوہ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور سواری مہیا کرنے کی ترغیب دی تو صحابہ کرام اپنی استطاعت کے مطابق اونٹ اور مال لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے کل اثاثے نقد وجنس کا نصف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا کل مال لے آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تین سو اونٹ لدے ہوئے مع ساز وسامان اور ایک ہزار اشرفی نقد لائے۔ آپ یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ نادار صحابہ نے مزدوری کر کے جو کچھ حاصل کیا وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا، عورتوں نے اپنے زیورات لا حاضر کئے۔

ایک اور موقع پر جب قبیلہ مضر کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا فقر وفاقہ اور افلاس ونا داری دیکھ کر بے تاب ہو گئے، چہرہ انور متغیر ہو گیا اور فوراً لوگوں کو جمع فرما کر صدقے کی ترغیب دی۔ چناں چہ حضرت منذر بن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ دن کے شروع میں کچھ لوگ ننگے پیر اور ننگے بدن گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ ان میں سے اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر کے لوگ تھے۔ ان کے فقر وفاقے کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور بدل گیا۔ پھر آپ اندر گئے اور باہر آئے اور حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا، اقامت کہی اور نماز پڑھی اور خطبہ دیا اور یہ آیت پڑھی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝ (۱۲۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے

۱۲۳۔ النسا: ۱

Marfat.com

پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور قطع رحمی سے بچو۔ بے شک اللہ تمہارا نگہبان ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰہ (۱۲۴)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے (آنے والے) کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔

اور فرمایا:

تصدق رجل من دیناره،من درھمه،من ثوبه، من صاع بره من صاع تمره حتیٰ قال ولو بشق تمرة،قالفجاء رجل من الانصار بصرة کادت کفه تعجز عنھا،بل قد عجزت ، قال ثم تتابع الناس، حتی رایت کومین من طعام وثیاب، حتی رایت وجه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یتھلل کانه مذھبة، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرھا واجر من عمل بھا بعده من غیر ان ینقص من اجورھم شئ ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرھا ووزرمن عمل بھا من بعده من غیر ان ینقص من اوزارھم شئ (۱۲۵)

(پھر لوگ صدقہ دینے لگے) کسی نے دینار دیا، کسی نے درہم، کسی

۱۲۴۔ الحشر: ۱۸

۱۲۵۔ مسلم: ج ۲، ص ۹۵، رقم ۱۰۱۷

Marfat.com

نے کپڑا، کسی نے ایک صاع گیہوں، کسی نے ایک صاع کھجور دی، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (لاؤ)۔ پھر انصار میں سے ایک شخص ایک تھیلا لایا جس سے اس کا ہاتھ تھکا جا رہا تھا بل کہ تھک گیا تھا۔ پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے اور (اتنے صدقات جمع ہوئے کہ) میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرۂ انور چمکنے لگا گویا کہ سونے کا ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اسلام میں اچھا طریقہ (کتاب وسنت کا طریقہ) جاری کیا اس کے لئے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اس کو ملے گا، ان لوگوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر اور جس نے اسلام میں برا طریقہ (کتاب وسنت کے خلاف) جاری کیا اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کے عمل کا بھی جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کریں گے، ان لوگوں کے بار میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر۔

۶۔ کفارات

اسلام نے معاشرے کے کم زور اور نادار افراد تک دولت پہنچانے کا ایک مستقل طریقہ یہ مقرر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عذر کے بغیر رمضان المبارک کا روزہ توڑ دے تو اس پر متواتر دو مہینے کے روزے یعنی مسلسل ساٹھ روزے رکھنا لازم ہے۔ اگر وہ شخص روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے دے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو بلا عمد قتل کر دے یا قسم کھا کر اسے توڑ دے تو قتل کے معاملے میں دیت کے علاوہ مسلسل ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا دے، اور قسم توڑنے پر دس روزے رکھے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑا دے۔ مذکورہ تمام کفارات میں کھانے اور

Marfat.com

کپڑے کے علاوہ کھانے اور کپڑے کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔ کفارات کا یہ طریقہ عوام اور مستحقوں کی کفالت کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے یہ بھی اسلام کے نظام معیشت کا حصہ ہے۔

بیت المال

حکومت کے خزانے کو بیت المال کہتے ہیں جو ملک کے تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملک ہوتا ہے۔ بیت المال کی ابتدا عہد رسالت میں ہی ہو گئی تھی۔ اس وقت بیت المال کی آمدنی بہت کم تھی۔ جو کچھ جزیے اور خراج وغیرہ محصولات کی وصولی ہوتی تھی وہ اسی وقت لوگوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔

بعض مورخین اور سیرت نگار کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بیت المال کے لئے کوئی باقاعدہ عمارت نہ تھی اور نہ اس وقت اس کی ضرورت تھی اس لئے کہ جو کچھ مال آپ کے پاس آتا آپ اس کو جمع کر کے نہیں رکھتے تھے بل کہ اسی وقت اس کو مستحق لوگوں میں تقسیم فرما دیتے تھے، یہاں تک کہ جو مال صبح کے وقت آتا آپ اس کو دوپہر سے پہلے تقسیم فرما دیتے تھے اور جو مال شام کے وقت آتا اس کو رات سے پہلے تقسیم فرما دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے پاس نوے ہزار درہم آئے جو آپ نے ایک چٹائی پر رکھ دیئے۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر ان کو تقسیم کرنا شروع کیا تو آپ نے کسی سائل کو (خالی) واپس نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ سب تقسیم ہو گئے۔ پھر ایک شخص نے آ کر سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

ماعندی شئ ولکن ابتع علی، فاذا جاء نا شئ قضیناه (۱۲۶)

میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم ادھار لے لو، جب ہمارے پاس کوئی چیز آئے گی تو ہم اس کو ادا کر دیں گے۔

ایک دفعہ بحرین سے خراج آیا جو لاکھوں درہم پر مشتمل تھا۔ آپ نے اس کو مسجد

۱۲۶۔ محمد جاد بک۔ المثل الکامل: ص ۲۳

Marfat.com

کے صحن میں ڈلوادیا اور اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس واقعے کی تفصیل موجود ہے۔ یہ پوری روایت معیشت نبوی کے بیان میں گزر چکی ہے۔ (۱۲۷)

بعض سیرت نگاروں اور مورخین کا یہ خیال درست نہیں کہ آپ کے زمانے میں بیت المال تو قائم ہوگیا تھا لیکن اس کے لئے کوئی عمارت نہ تھی، صحیح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری برسوں میں فدک اور خیبر سے زمینی پیداوار اور بعض عرب قبائل کا جزیہ اور وقف املاک کی آمدنی آنے لگی تھی۔ اس کے علاوہ وفود کے بیان میں آتا ہے کہ اہل وفود جب واپسی کے لئے رخت سفر باندھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تحائف اور سفر خرچ دیا کرتے تھے جو چاندی اور کھجور وغیرہ کی شکل میں ہوتا تھا۔ ظاہر ہے اس مقصد کے لئے کچھ مال بچا کر رکھا جاتا ہوگا اور اس کو محفوظ کرنے کے لئے بھی یقیناً کوئی انتظام ہوگا۔ چناں چہ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

> حکومت کی آمدنی کی نگہ داشت کی بھی ضرورت تھی اور یہ کام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا جو مؤذن بھی تھے اور وزیر خزانہ بھی۔ لکھا ہے کہ مسجد نبوی کا ایک حجرہ اس کے لئے مخصوص تھا جس میں تالا پڑا رہتا تھا۔ یہ کمرہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں رہتا اور اس میں سرکاری رقم اور سرکاری ملکیت کی چیزیں رکھی جاتی تھیں۔ (۱۲۸)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیت المال کی نگرانی کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ ابن قیم نے لکھا ہے:

> کان بلال علی نفقاته (۱۲۹)

۱۲۷۔ بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ: ج۱،ص ۱۰۸، رقم ۴۲۱

۱۲۸۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔ خطبات بھاولپور: ص ۲۴۵

۱۲۹۔ ابن قیم جوزیہ۔ زاد المعاد: ج۱،ص ۱۲۸

Marfat.com

حضرت بلال آپ کے اخراجات کے نگران تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب تک رقم آپ کے پاس موجود ہوتی تھی تو آپ گھر میں آرام نہیں فرماتے تھے۔ چناں چہ ایک مرتبہ فدک کے رئیس نے چار اونٹوں پر مشتمل کچھ کپڑے اور کھانے کا سامان ہدیتاً آپ کو بھیجا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو قرض لے کر آپ کے اخراجات کا بندوبست کرتے تھے، اس وقت ایک یہودی کے مقروض تھے۔ انہوں نے یہ سامان بیچ کر یہودی کا قرض ادا کیا۔ اس سلسلے کی مفصل روایت حضرت بلال کی روایت سے معیشت نبوی کے بیان میں گزر چکی ہے۔ (۱۳۰)

آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب حکومت کے محصولات میں اضافہ ہوا تو باقاعدہ بیت المال کا قیام عمل میں آیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس کا نگران مقرر کیا گیا۔ اس وقت بھی جو محاصل آتے وہ سب مسلمانوں پر صرف کر دیئے جاتے تھے۔ (۱۳۱)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا، اور بڑھتے بڑھتے مصر اور عراق تک پہنچ گیا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صوبوں میں بیت المال کی باقاعدہ شاخیں کھلوائیں، اور عبداللہ بن ارقم کو خزانے کا امیر مقرر کر کے ان کے تحت کئی اصحاب کو مقرر کیا، بیت المال کی آمد و خرچ کے رجسٹر مرتب کر کے اس کا باقاعدہ حساب رکھا گیا۔ (۱۳۲)

خلیفہ کی حیثیت: بیت المال خلیفہ اور اس کے نمائندوں کی نگرانی میں رہتا تھا لیکن خلیفہ کو ذاتی طور پر بیت المال کی رقم وغیرہ کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔ خلیفہ کی حیثیت ایک امین کی سی ہوتی تھی۔ اس سے سرکاری خزانے پر شاہی اقتدار اور نظام خلافت کے فرق کا پتہ چلتا ہے۔

۱۳۰۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۱۰۸، رقم ۳۰۵۵

۱۳۱۔ محمد یوسف الدین۔ اسلام کے معاشی نظریے: ج ۲، ص ۵۲۰

۱۳۲۔ محمد یوسف الدین۔ اسلام کے معاشی نظریے: ج ۲، ص ۵۲۰، ۵۲۱

Marfat.com

بیت المال کی آمدنی: بیت المال کی آمدنی کے یہ چند ذرائع تھے۔

۱۔ اموال ظاہر کی زکوٰۃ، چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر وغیرہ۔ ان سب کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ذیل میں بیان ہوئے۔

۲۔ مال غنیمت، کانوں اور دفینوں کا مال۔

۳۔ مال فئے، جزیہ اور وہ مال جو ذمی کافروں اور مستامن حربیوں سے لیا جائے۔

۴۔ لاوارث مال، وقف

مال غنیمت: یہ ایک اتفاقی آمدنی ہے جو میدان جنگ میں دشمن پر فتح حاصل ہونے کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ جنگی قیدیوں سے جو فدیہ وصول کیا جاتا ہے وہ بھی مال غنیمت ہی ہے۔ مال غنیمت اور فدیے کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا ہے اور باقی مال جنگ کے شرکا میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مفتوحہ اراضی بھی بیت المال کی ملک ہوتی ہے۔

مال غنیمت کے مصارف: مسلمانوں کو سب سے پہلے غزوہ بدر میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تقسیم کا طریقہ دریافت کیا تو آپ نے ان کو اللہ کا یہ حکم سنایا:

> يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO (۱۳۳)
>
> لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے۔ سو تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو اور اگر تم مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

۱۳۳ الانفال ۸:۱

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا یہ خاص انعام ہے کہ اس نے مسلمانوں کے لئے اس مال کو حلال کر دیا جو جہاد وقتال کے نتیجے میں کافروں سے حاصل ہو۔ سابقہ امتوں میں سے کسی کے لئے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا بل کہ تمام اموال غنیمت کو جمع کر کے ایک جگہ رکھ دیا جاتا تھا، پھر آسمان سے ایک آگ آ کر اس کو جلا کر خاک کر دیتی تھی۔ یہ اس جہاد کے عنداللہ مقبول ہونے کی علامت تھی۔ مذکورہ بالا آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کا تمام مال غنیمت اہل بدر میں برابر برابر تقسیم فرما دیا۔ اس وقت تک بیت المال کے لئے پانچواں حصہ یعنی خمس نہیں لیا جاتا تھا۔

غزوہ بدر کے مال کی تقسیم کے کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (۱۳۴)

اور جان لو کہ جو چیز تمہیں غنیمت کے طور پر ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس (غیبی) مدد پر یقین رکھتے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن (بدر میں) اپنے بندے پر نازل کی جب دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہو گئی تھی، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

چناں چہ بدر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم فرمایا وہ بنو قینقاع کا مال غنیمت تھا جو ۲ھ میں حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کے چار حصے جنگ کے شرکا میں تقسیم فرمائے اور پانچواں حصہ بیت المال میں جمع

۱۳۴۔ الانفال: ۴۱

Marfat.com

فرمایا۔

کانوں اور دفینوں کا مال: کان اور دفینے میں خمس لیا جائے گا۔ کان سے جو چیزیں نکلتی ہیں ان میں سے سونا، چاندی، لوہا، رانگ، تانبا، اور کانسی وغیرہ میں خمس واجب ہے۔ پارے میں بھی خمس واجب ہے۔ باقی چیزوں مثلاً پانی، تیل، چونا، جواہرات، سرمہ، پھٹکڑی، وغیرہ میں خمس نہیں ہے۔ ان کے مصارف بھی وہی ہیں جو مال غنیمت کے ہیں۔

سمندری پیداوار: یہ بھی بیت المال کی آمدنی کا ایک ذریعہ ہے۔ سمندر جو زیور (موتی وغیرہ) اور عنبر کنارے پر پھینک دیتا ہے وہ رکاز (دفینے) کی مثل ہے۔ اس لئے جس کو ملے وہ اس کا پانچواں حصہ یعنی خمس بیت المال میں جمع کرے۔ باقی چار حصے اسی کے ہیں جس کو وہ چیز ملی۔ اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو مال غنیمت کے ہیں۔

مال فیئے: جو مال قتال، جنگ اور محنت و مشقت کے بغیر غیر مسلموں سے حاصل ہو اس کو مال فیئے کہتے ہیں۔ مال فیئے بیت المال کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ یہ مال پورے کا پورا بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔

۴ھ میں بنونضیر کی جلاوطنی سے ان کے باغات اور کھیتیاں اور اس کے بعد بنوقریظہ کا علاقہ اور ان کا مال و اسباب اور پھر خیبر کے بعض علاقے کسی جنگ و قتال کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئے تھے۔ یہ سب مال فیئے تھا۔ اس کا مصرف بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرما دیا:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ○ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِO(۱۳۵)

اور اللہ نے جو اُن سے لے کر اپنے رسول کو عطا کیا تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اُونٹ بل کہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ نے بستی والوں کا جو مال اپنے رسول کو دیا ہے وہ اللہ اور اُس کے رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تا کہ وہ (مال) تمہارے دولت مندوں ہی میں گردش نہ کرتا رہے اور رسول جو کچھ تمہیں دیں، اُس کو لے لو اور جس سے روکیں اُس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اگر چہ اللہ تعالیٰ نے مال فیئے کی تقسیم کے لئے مستحقین کی تعین فرما دی لیکن ان میں سے کس کو دیں اور کتنا دیں یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صواب دید پر چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو بھی ہدایت کر دی کہ اس مال میں سے جتنا آپ عطا فرمائیں اس کو رضا ورغبت سے لے لیں، زیادہ کی طمع نہ کریں اور اگر وہ نہ دیں تو اس کی فکر میں نہ پڑیں۔ اگر اس معاملے میں کسی نے غلط بیانی یا حیلے بہانے سے زائد حصہ وصول کر بھی لیا تو اللہ کو سب خبر ہے۔ وہ اس کو اس کی سزا دے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال فیئے کو بیت المال کی ملکیت قرار دے کر اپنے انتظام میں رکھا۔ آپ اس میں سے سال بھر کا خرچ نکال کر اپنے گھر والوں کو دیتے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ بچ جاتا تھا اس کو مذکورہ بالا آیت میں بیان کردہ مصارف پر خرچ فرماتے۔

جزیہ: جو غیر مسلم اسلامی حکومت کی حدود میں اس کی حفاظت اور ذمے داری میں داخل ہوں ان سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ اس کے بدلے میں اسلامی حکومت ان کی جان و مال اور ان کے مذہب کی حفاظت کی ذمے دار ہوتی ہے اور ان کو بیرونی دشمنوں سے

۱۳۵۔ الحشر: ۶، ۷

Marfat.com

بچاتی، ملک میں ان کو امن دیتی اور ان کو سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ زکوٰۃ کی طرح جزیہ بھی قمری مہینوں کے اعتبار سے ایک سال گزرنے پر لیا جاتا ہے۔

یہ مسلمانوں کی ضرورتوں پر صرف کیا جاتا ہے۔ فوجیوں کی تنخواہیں، قاضیوں، مفتیوں، محتسبوں، معلموں، طالب علموں وغیرہ کے روزینے بھی اسی مال سے دیئے جاتے ہیں۔ ہتھیاروں، سرحدوں کی حفاظت، پل، نہریں، مسافر خانے، مسجدیں بھی اسی مال سے بنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح مستحق ذمیوں کو وظائف بھی اسی رقم سے دیئے جاتے ہیں۔

لاوارث مال، وقف: اسلامی حکومت کو لاوارث لوگوں کے مال کو ان کے مرنے کے بعد بیت المال کی ملکیت قرار دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر کسی مورث کا کوئی دوسرا وارث موجود نہ ہو تو متوفی کا مال اور اس کی جائیداد لازمی طور پر بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔

جس مال کا کوئی وارث نہ ہو وہ نادار مریضوں کی ضروریات اور علاج میں، ان مُردوں کے کفن میں جن کے پاس مال نہ ہو، لاوارث فقیر بچوں میں جو کہیں پڑے ہوئے ملیں، جو لوگ کمانے سے عاجز ہوں اور اسی قسم کے لوگوں اور دیگر کاموں میں خرچ کیا جائے گا۔ غرض اس مال کا مصرف عاجز فقرا ہیں۔

اوقاف: یہ بھی بیت المال کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تھے۔ اوقاف کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا اور بعض صحابہ کرام نے آپ کی ترغیب پر اپنی جائیدادیں اللہ کے نام پر وقف کر دی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلاثة ، الامن صدقة جارية ، او علم ينتفع به،او ولد صالح يدعوله (۱۳۶)

۱۳۶۔ مسلم: ج ۲، ص ۸۴، رقم ۱۶۳۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۸۸، رقم ۱۳۸۱

Marfat.com

جب آدمی مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کا عمل موقوف ہوجاتا ہے، سوائے: ۱۔صدقہ جاریہ کے۔۲۔وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔۳۔یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی۔ وہ اس بارے میں مشورے کے لئے آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے خیبر میں ایک زمین ملی ہے۔ایسا عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔آپ نے فرمایا:

ان شئت خبت اصلها وتصدقت بها

اگر تو چاہے تو اصل زمین کو روک لے اور اس کے نفع کو صدقہ کردے۔

پھر حضرت عمر نے اس کو اس شرط پر صدقہ کردیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے، نہ خریدی جائے، نہ وہ میراث میں دی جائے اور نہ ہبہ کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے فقرا، قرابت داروں اور غلاموں کو آزاد کرانے یا اللہ کی راہ میں، مسافروں میں اور مہمان داری میں صدقہ کردیا اور جو اس کا انتظام کرے اس کے لئے دستور کے مطابق اس میں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں یا کسی دوست کو کھلائے لیکن مال اکٹھا نہ کرے، یعنی مال جمع کرنے کی نیت سے اس میں سے نہ لے۔(۱۳۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (تم نیکی (میں کمال) ہرگز حاصل نہ کرسکو گے جب تک کہ اپنی محبوب چیز میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔(۱۳۸) نازل ہوئی تو ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں لکھتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اور میرے اموال میں

۱۳۷۔ مسلم: ج۳،ص۸۴،رقم ۱۶۳۲۔ترمذی: ج۳،ص۸۶،رقم ۱۳۸۰

۱۳۸۔آل عمران:۹۲

Marfat.com

سے مجھے سب سے زیادہ محبوب بیر حاء ہے۔ کہا کہ بیر حاء ایک باغ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے، اس کے سائے میں بیٹھتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ ابوطلحہ نے کہا کہ یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ سو! اے اللہ کے رسول! جس طرح اللہ آپ کو بتائے اسے استعمال کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت خوب ابو طلحہ۔ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، ہم اسے تمہاری طرف سے قبول کرتے ہیں اور تمہاری ہی طرف لوٹاتے ہیں۔ اب تم اسے اپنے رشتے داروں کو دے دو۔ چناں چہ ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے اقارب کو لوٹا دیا۔ (۱۳۹)

مخیّریق کے باغات

یہ بنی قینقاع کے یہودی ور امیر ترین آدمی تھے۔ یہ توریت کے بڑے عالم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے سات باغ تھے۔ یہ غزوۂ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں آپ کی مدد کے لئے شریک ہوئے اور وصیت کی کہ اگر وہ قتل ہو جائے تو اس کے اموال (ساتوں باغ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوں گے۔ پھر وہ اس غزوے یعنی احد میں قتل ہو گئے اور آپ نے ان کے باغات کو اپنے قبضے میں لے کر انہیں مسلمانوں کی فلاح کے لئے وقف کر دیا۔

عثمان بن وثاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سات باغ یہ تھے۔ ۱۔ الاعواف۔ ۲۔ الصافیہ۔ ۳۔ الدلال۔ ۴۔ المیثب۔ ۵۔ بُرقہ۔ ۶۔ حُسنیٰ۔ ۷۔ مشربہ ام ابراہیم۔ یہ نام اس لئے رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ اس میں قیام پذیر تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخیّریق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی صرف اتنا فرمایا۔ مخیّریق اچھے یہودی تھے۔ وہ مسلمانوں سے علیحدہ مسلمانوں کی قبروں کے نواح میں دفن

۱۳۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۳۲۱، رقم ۲۷۵۸

Marfat.com

کیے گئے۔(۱۴۰)

خلاصہ کلام

اس ساری گفت گو کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے معیشت کا ایسا نظام پیش کیا ہے جو نہ صرف فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، بل کہ اس کی رو سے لوگوں میں ایسا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو ہر شخص کو جبر وتشدد کی بہ جائے فطری طور پر اپنی استعداد اور اپنے اختیار کے مطابق خدمات انجام دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس طرح آج کل کی اصطلاح میں آجر اور اجیر کے مابین صحت مند رشتے استوار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی درجات کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دیتا ہے، اور اسی نے کسی کو غنی بنایا اور کسی کو فقیر، کسی کو بلند مرتبہ بنایا اور کسی کو کم مرتبے والا بنایا، کسی کو ذہین اور کسی کو کند ذہن بنایا، کسی کو عقل مند اور کسی کو کم عقل بنایا، تا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں اور ایک دوسرے کے کام آتے رہیں اور دنیا کا نظام بہ حسن خوبی چلتا رہے۔ اسلام کے نظام مالیات کی بنیادی باتیں یہ ہیں:

۱۔ حق داروں کو ان کا حق پہنچانا، یعنی جن عاملین پیدائش پر دولت تقسیم ہوتی ہے، اللہ نے ان پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنی دولت کا کچھ حصہ غربا و مساکین تک پہنچائیں، کیوں کہ وہ بھی اس دولت کے حق دار ہیں۔

۲۔ احتکار و اکتناز کی ممانعت، یعنی اسلام میں ایسے طریقے اختیار کرنے کی سخت ممانعت ہے جن سے دولت و سرمایہ پھیلنے اور تقسیم ہونے کی بہ جائے سمٹ کر ایک خاص طبقے تک محدود ہو جائے۔

۳۔ اسراف کی ممانعت، یعنی تمام معاملات میں حد کے اندر رہنا اور حد سے تجاوز نہ کرنا۔

۴۔ تبذیر سے بچنا، یعنی اللہ کی نافرمانی اور گناہ کے کاموں میں مال خرچ کرنے سے بچنا۔

۱۴۰۔ ابن سعد: ج۱، ص ۳۸۸، ۳۹۰

Marfat.com

۵۔ ہر قسم کے سودی لین دین سے بچنا۔ اس لئے کہ اس سے تقسیم دولت کے نظام میں عدم توازن اور ناہمواری پیدا ہوتی ہے اور مٹھی بھر سرمایہ دار دولت کے بڑے حصے پر قابض ہو جاتے ہیں۔

۶۔ تجارت، جو تجارت اسلامی اصولوں اور احکام کے تحت کی جائے وہ حلال اور جائز ہے۔ اللہ نے تجارت میں بہت برکت رکھی ہے۔ تجارت کی ممنوعہ شکلیں یہ ہیں کہ بازار میں آنے سے پہلے راستے ہی میں مال خرید لے نا۔ نرخ بڑھانے کے لئے دوسرے کی بیع میں مداخلت کرنا۔ پختگی کی علامات ظاہر ہونے سے پہلے پھل فروخت کرنا۔ قبضے سے پہلے مال فروخت کرنا۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔ قسم کھا کر مال بیچنا۔ حرام اشیا کی تجارت کرنا وغیرہ۔ تجارت کے جائز طریقے یہ ہیں کہ انفرادی کاروبار کرنا۔ قراض یا مضاربت، شراکت، مرابحہ، بیع سلم، تولیہ، نیلام یا بیع مزایدہ، کمیشن کا کاروبار وغیرہ۔

۷۔ ارتکاز دولت کا انسداد یعنی زکوٰۃ عشر، کفارات کی فرضیت، وصیت کے اختیار کی تحدید، میت کی جائیداد میں اس کے وارثوں کے حصے اوقاف وغیرہ کے ذریعے اسلام نے ارتکاز دولت کے انسداد کا اہتمام کیا ہے۔

۸۔ بیت المال کا قیام۔ یہ تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملک ہوتا ہے اور خلیفہ کی نگرانی میں رہتا ہے لیکن خلیفہ کو ذاتی طور پر بیت المال کی کسی چیز پر اپنے لئے کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ بیت المال کے سلسلے میں خلیفہ کی حیثیت ایک امین کی سی ہوتی ہے۔

بیت المال کی آمدنی۔ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ، چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ، عشر، صدقات اوقاف وغیرہ۔ مال غنیمت، کانوں اور دفینوں کا مال۔ مال فئے جو پورے کا پورا بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔ لاوارث مال یہ تمام بیت المال کی آمدنی کے ذرائع شمار ہوتے ہیں۔

غرض ان اسلامی قوانین کا مقصد یہ ہے کہ دولت کو مسلسل تقسیم اور گردش میں رکھا جائے اور ارتکاز دولت کا انسداد کیا جائے۔ اسلام کے پورے مالی نظام اور اس سلسلے میں اس کی ہدایات کا یہی خلاصہ ہے۔

Marfat.com

کتابیات

آلوسی۔روح المعانی، ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، دارالحیاء، التراث العربی، بیروت ۱۹۸۵ء

ابن الحجر۔الاصابہ۔مکتبہ تجاریہ الکبریٰ، مصر، ۱۹۳۹ء

ابن الحجر۔فتح الباری۔قدیم کتب خانہ کراچی

ابن سعد۔الطبقات۔دارصادر، بیروت، ۱۹۵۷ء

ابن سید الناس۔عیون الاثر۔مکتبہ دارالتراث، مدینہ منورہ ۱۹۹۲ء

ابن قدامہ المقدسی۔الشرح الکبیر علی ھامش المغنی۔دارالکتب العلمیہ

ابن قیم جوزیہ۔زادالمعاد۔مکتبہ المنارالاسلامیہ، کویت، ۱۹۸۷ء

ابن کثیر۔البدایہ والنہایہ۔مطبعہ سعادہ، مصرف، طبع اولیٰ ۱۹۳۲ء

ابن کثیر۔التفسیر۔عیسیٰ البابی الحلبی، مصر

ابن کثیر۔السیرۃ النبویہ۔داراحیاء، التراث العربی

ابن ماجہ۔السنن۔دارالمعرفہ، بیروت ۱۹۹۸ء

ابن منظور۔لسان العرب۔ابن المنظور، نشرادب الجوزہ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

ابن ہشام۔السیرۃ النبویہ۔دارالمعرفہ، بیروت، ۱۹۷۸ء

ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد البغوی۔معالم التنزیل۔بیروت، داراحیاء التراث العربی

ابوبکر الجصاص۔احکام القرآن۔بیروت، دارالاحیاوالتراث العربی

ابوداؤد طیالسی۔المسند۔ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی

امام غزالی۔احیاء علوم الدین۔مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۹ء

ازرقی۔اخبار مکہ

المنذری۔الترغیب وترہیب۔مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۳ء

الدارقطنی۔السنن۔دارنشرالکتب الاسلامیہ، لاہور

الدارمی۔السنن۔قدیمی کتب خانہ کراچی

بخاری۔الصحیح۔دارالکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۵ء

بلاذری۔انساب الاشراف

Marfat.com

بیہقی۔السنن الکبریٰ۔دارالفکر، بیروت،۱۹۹۶ء
ترمذی۔الجامع السنن۔ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی،دارالفکر، بیروت،۱۹۹۴ء
حلبی۔انسان العیون۔دارالمعروفہ، بیروت
ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔خطبات بہاولپور۔ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد
راغب اصفہانی۔المفردات۔مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر،۱۹۶۱ء
زرقانی۔شرح المواہب اللدنیہ۔دارالمعرفہ، بیروت،۱۹۹۳ء
زمخشری۔تفسیر کشاف۔دارالکتاب العربی، بیروت
شامی۔سبل الہدیٰ والرشاد۔دارالکتب العلمیہ، بیروت،۱۹۹۳ء
شبیر احمد عثمانی۔تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی
طبرانی۔معجم الکبیر۔مکتبہ العلوم، موصل
علامہ صابونی۔صفوۃ التفاسیر
قاضی ثناء اللہ عثمانی۔تفسیر مظہری۔مجلس اشاعت العلوم، حیدرآباد دکن
قاضی عیاض۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ۔مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ، مصر،۵۰ء
قرطبی۔تفسیر جامعہ الاحکام القرآن۔مکتبہ العصریہ، بیروت
محمد جاد بک۔المثل الکامل
محمد یوسف الدین۔اسلام کے معاشی نظریے
مرغینانی۔ہدایہ۔کتب خانہ رشیدیہ، دہلی،۱۹۵۸ھ
احمد۔مسند۔داراحیاء التراث العربی، بیروت،۱۹۹۳ء
تبریزی۔مشکوٰۃ۔مطبع مجتبائی، دہلی
مفتی محمد شفیع۔معارف القرآن۔ادارۃ المعارف، طبع سوم،۱۹۷۶ء
موسوعۃ نضرۃ النعیم۔جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ
مولانا سید زوار حسین شاہ۔عمدۃ الفقہ۔زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی
نسائی۔السنن۔دارالکتب العلمیہ، بیروت
سمہودی۔وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ
ہیثمی۔مجمع الزوائد۔دارالفکر، بیروت،۱۹۹۴ء

Marfat.com

جدید اردو کتابیات سیرت

۱۴۰۰ھ تا ۱۴۳۰ھ/ ۱۹۸۰ء تا ۲۰۰۹ء

حافظ محمد عارف گھانچی

صفحات: ۲۶۴

قیمت: ۲۲۰ روپے

اہتمام
دارالعلم والتحقیق برائے اعلیٰ تعلیم و ٹیکنالوجی
ناشر
زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز
اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ فون: 021-36684790
E-mail: info@rahet.org
www.rahet.org

Marfat.com

اسلام اور مغرب تعلقات

مجموعہ محاضرات

دنیائے اسلام اور دنیائے مغرب کے روابط، کش مکش اور باہمی تعلقات کی مختلف جہتوں اور حیثیتوں کا مطالعہ اور اس باب میں دنیائے اسلام کی ذمے داریاں

مؤلف

ڈاکٹر محمود احمد غازی

ترتیب و تدوین

سید عزیز الرحمٰن

نیا ایڈیشن چھ خطبات کے اضافے کے ساتھ اب ۱۲ خطبات

صفحات: ۳۶۸ قیمت: ۲۹۰ روپے

ناشر

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی فون: ۰۲۱-۳۶۶۸۴۷۹۰